ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

12

www.tanzeem.org

26 ربیع الاوّل تا 2 ربیع الثانی 1430ھ / 24 تا 30 مارچ 2009ء

نظریے سے انحراف کا نتیجہ

قراردادِ مقاصد وہ اہم دستاویز ہے جو 7 مارچ 1949ء کو شہید ملت لیاقت علی خان کی تحریک پر پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے منظور کی۔ اِس کی رو سے ہماری مستقبل کی آئین سازی کے لیے اسلامی اور جمہوری جہت کا اعلان کیا گیا۔

یہ قرارداد بانیانِ پاکستان کی طرف سے اس امر کا واضح اعلان ہے کہ پاکستان کے آئین میں جمہوریت، شخصی آزادی، مساوات، سماجی انصاف اور مذہبی رواداری کے اسلامی اصول کارفرما ہوں گے اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل کیا جائے گا جس میں مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں ڈھال سکیں گے اور اقلیتوں کو مکمل تحفظات میسر ہوں گے۔

میری گزارش یہ ہے کہ تاریخ کے اِس نازک موڑ پر ہمیں اس حقیقت کا ادراک کر لینا چاہیے کہ تحریک پاکستان کے واضح نظریے اور قراردادِ مقاصد کے تاریخی اعلان کے برعکس جو بھی اقدامات کیے جائیں گے، وہ پاکستان کو کمزور کرنے کا باعث بنیں گے۔ اگر امت مسلمہ کی وحدت کی نفی کرتے ہوئے پاکستان میں مختلف قومیتوں کا پرچار کیا جائے گا یا شریعت محمدیؐ کے نفاذ میں کوتاہی کی جائے گی اور اسلامی اصولوں کو عملی طور پر بروئے کار لانے اور اسلامی فلاحی معاشرے کے قیام میں عمداً تاخیر کی جائے گی تو پاکستان کے مستقبل اور استحکام کے بارے میں خدشات اور خطرات میں اضافہ ہوگا۔ بہ الفاظ دیگر نظریے سے انحراف پاکستان کی کمزوری کا باعث بنے گا۔

جسٹس انوار الحق

اس شمارے میں

اگر یہ صبح بھی صبح بے نور ثابت......؟

حرص وہوس اور توکل وقناعت

نہ قفس نہ آشیانہ

مخلوط معاشرت اور دینی جماعتیں

جس کا کھاؤ اُسی کا گاؤ

قصہ ایک سفر کا

میں تنظیم کا رفیق کیسے بنا؟

لیس وی کین

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (364)

سورۃ الاعراف

(آیات:89تا93)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٩٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩١﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾﴾

"اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے، تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹ افترا باندھا اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں۔ہاں اللہ جو ہمارا پروردگار ہے، وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں) ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ہمارا اللہ ہی پر بھروسا ہے۔ اے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور ان کی قوم میں سے سردار لوگ جو کافر تھے، کہنے لگے کہ (بھائیو) اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے۔ تو اُن کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (یہ لوگ) جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی، ایسے برباد ہوئے کہ گویا وہ اُن میں کبھی آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔ (غرض) جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا، وہ خسارے میں پڑ گئے۔ تو شعیبؑ اُن میں سے نکل آئے اور کہا کہ بھائیو، میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کی تھی، تو میں کافروں پر (عذاب نازل ہونے سے) رنج و غم کیوں کروں۔"

حضرت شعیبؑ کی قوم نے انہیں دھمکی دی کہ یا تو ہمارے ہی طور طریقے اپنا لو ورنہ تمہیں اپنی بستی سے باہر نکال دیں گے۔ اس پر حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ اگر ہم تمہاری ملت میں لوٹ آئیں تو گویا ہم نے اللہ پر جھوٹ جڑا، اور میں نے جو نبوت کا دعویٰ کیا، وہ جھوٹا تھا۔ میں خود ہی اپنے دعویٰ کو باطل قرار دے دوں، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں نے جو دعویٰ کیا ہے، وہ صحیح ہے اور اب میں تمہاری ملت میں واپس نہیں آ سکتا، جبکہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دے دی ہے، اِلّا یہ کہ ہمارا رب اللہ ہی یہ چاہے۔ ہر مومن بندے کو سمجھنا چاہیے کہ خیر پر استقامت اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہے، یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے اگر کوئی فیصلہ میرے لئے برا ہے تو اور بات ہے، ورنہ آزادی کے ساتھ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ انسان اچھائی کا ارادہ کرے، مگر اس کا بھروسہ اللہ ہی پر ہو۔ بڑے بڑے لوگوں کے دماغ خراب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا بھروسہ ارادے اور عزم پر نہیں اور نہ ہی اپنی استقامت، فکر اور فلسفے پر ہو بلکہ صرف اللہ کی توفیق و تیسیر پر ہو۔ آپ نے دیکھا، یہاں تو کسی طرح بھی بے ایمانوں کے طریقے میں واپس آنے کا امکان نہ تھا، تاہم اللہ کے پیغمبر نے پھر بھی اللہ کی مشیت کا فیصلہ کن انداز میں ذکر کیا ہے۔ پھر فرمایا: ہمارے رب نے تو ہر شے کے علم کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ہم نے اپنے رب پر ہی توکل کیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو یقیناً بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس پر اس کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا تھا اُن لوگوں سے کہا جو ایمان لاتے تھے یا جن کو آپ دعوت دے رہے تھے کہ اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو تم خسارے والے ہو جاؤ گے (نقصان اٹھاؤ گے)۔

جب اس قوم کی مدت مہلت ختم ہوئی تو انہیں ایک زلزلے نے آ پکڑا، تو وہ بھی اپنے گھروں کے اندر صبح کے وقت اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا، ایسے ہو گئے کہ جیسے تھے ہی نہیں۔ یعنی نیست و نابود ہو گئے۔

جن لوگوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی، وہی خسارہ پانے والے ہو گئے۔

حضرت شعیبؑ نے اُن کی طرف سے رُخ پھیرا یعنی وہ اُن کو اور اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور کہا، اے میری قوم کے لوگو! میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے تھے۔ میں نے اپنی ہمت کے مطابق ہر ممکن طریقے سے تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کیا۔ تو اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں، جس نے کفر کیا۔ آپؑ یہ الفاظ بول رہے تھے مگر قوم کی ہلاکت پر صدمہ تو ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ نبی بہت شفیق ہوتے ہیں۔ اُن کے دلوں کے اندر ابنائے نوع کے لئے ہمدردی ہوتی ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا يَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِكُمْ، وَلَا اِلٰی صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔"

"تا خلافت کی بنا" دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — 26 ربیع الاول تا 2 ربیع الثانی 1430ھ — 24 تا 30 مارچ 2009ء — شمارہ 12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-5869501
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ/ منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر یہ صبح بھی صبح بے نور ثابت ہوئی تو......؟

14 اگست 1947ء کو پاکستان نے متحدہ ہندوستان کی کوکھ سے جنم لیا۔ "لے کر رہیں گے پاکستان اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" کے ولولہ انگیز نعروں نے مسلمانانِ ہند کے دِلوں کو ایسے سچے اور کھرے جذبہ سے معمور کر دیا تھا جس سے برصغیر ہند میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ایسا طوفان جس کے سامنے سفید سامراج کے سرغنہ برطانیہ کی عظیم سلطنت کی عسکری قوت اور ہندو اکثریت کی نمائندہ سیاسی جماعت کانگرس کی عوامی قوت تنکے کی طرح بہہ گئی اور مہاتما گاندھی کو اپنا تھوکا چاٹنا پڑا کہ "پاکستان میری لاش پر بنے گا۔" اور پاکستان اُن کی جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے معرض وجود میں آ گیا۔ پاکستان کا آغاز بُرا نہ تھا، عدالت عظمیٰ کو میاں رشید جیسا اُجلا اور Committed سربراہ میسر آ گیا۔ انتظامیہ کو سیاسی سطح پر لیاقت علی خاں جیسا قائد ملا جن کے بارے میں کم از کم یہ بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ پاکستان کے حوالے سے اُن کا ذہن واضح تھا۔ اسی لیے بہت سی مراعات کے بدلے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کے مطالبے پر اُن کا جواب تھا "our souls are not for sale" لیکن افسر شاہی انگریز کی تربیت یافتہ تھی۔ پھر یہ کہ چیف جسٹس میاں رشید اور مسلم لیگ کی قیادت میں اکثریت دیانت دار اور مخلص تھی لیکن اُن کا کوئی باقاعدہ دینی پس منظر نہیں تھا، لہٰذا اسلامی ریاست کے قیام کی طرف کوئی باقاعدہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ دو سال بعد 1949 میں مولانا شبیر احمد عثمانی کی دھمکی نے کام دکھایا اور قرارداد مقاصد منظور ہوئی، یعنی یہ پاکستان کا اسلامی جنم تھا۔ خیال تھا اب پاکستان کی گاڑی درست ٹریک پر چلے گی اور اسلامی فلاحی جمہوری ریاست بننے کی منزل حاصل کر لے گی، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ کے مصداق نہ صرف یہ کہ کوئی امید بر نہ آئی بلکہ گاڑی مخالف سمت چلنے لگی اور منزل دور سے دور ہوتی چلی گئی، حتیٰ کہ 1971ء میں اِس بے قابو گاڑی کو زبردست حادثہ پیش آیا اور ملک دولخت ہو گیا اور بقول شخصے قائداعظم کا پاکستان دفن ہو گیا۔ ایک حصے نے پاکستان کا نام ہی خلیج بنگال میں ڈبو دیا، البتہ دوسرے حصے کو شروع شروع میں what remains of Pakistan کہا جانے لگا۔ پھر بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے اِس بقایا پاکستان پر اکتفا کر لیا گیا۔ اِس سانحہ پر رویا پیٹا تو بہت گیا لیکن عبرت حاصل نہ کی گئی۔ بلکہ سیاسی اور فوجی حکمرانوں نے ایسا غیر اسلامی، غیر اخلاقی، غیر آئینی اور غیر قانونی طرز عمل اختیار کیا کہ 1971ء سے پہلے کے حکمران فرشتہ نظر آنے لگے۔ اِس دوران سیاسی اغراض کے لئے کبھی تحریک نظام مصطفیٰ کے نام پر اینٹی بھٹو تحریک P.N.A نے چلائی اور کبھی M.R.D نے بحالی جمہوریت کے نام پر مارشل لاء کے خلاف تحریک چلائی، لیکن کوئی تحریک حقیقی تبدیلی نہ لا سکی۔ مارشل لاء لگتے رہے اور عدلیہ انہیں نظریہ ضرورت کے تحت پوتر کرتی رہی۔ سر اٹھا کر چلنے والی کوئی رسم رواج نہ پا سکی۔ عدالتِ عظمیٰ کے جس بنچ نے مشرف کی حکومت کو جائز اور قانونی قرار دیا تھا جسٹس افتخار چوہدری بھی اُس کا حصہ تھے۔ پھر اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اُن کے دل و دماغ میں کیا تبدیلی آئی کہ انہوں نے کلمۂ حق کہنے کے لئے جابر سلطان سے اجازت لینے کا سلسلہ منقطع کر دیا اور حکومت کے خلاف فیصلے صادر کرنا شروع کر دیے۔ خصوصاً پاکستان سٹیل ملز کی نجکاری اور لاپتہ افراد کے حوالہ سے فیصلوں نے مشرف کو مشتعل کر دیا۔ 9 مارچ 2007ء کا دن اِس لحاظ سے تاریخی ثابت ہوا کہ ایک جج جرنیلوں کے جنگھٹے میں اکڑ گیا اور اُن کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود استعفاء دینے سے انکار کر دیا۔ وکلاء نے چیف جسٹس کی بحالی کی تحریک شروع کر دی۔ دو سال میں اِس تحریک میں جو نشیب و فراز آئے اُس سے قارئین اچھی طرح باخبر ہیں۔ بہت سے حوالوں سے یہ تحریک ایک منفرد تحریک تھی۔ مثلاً یہ پہلی تحریک تھی جو عدل کے نام پر چلی۔ شروع میں تحریک مکمل طور پر غیر سیاسی تھی اور محرکین میں کسی کا بھی ذاتی مفاد وابستہ نہیں تھا، بلکہ انہیں زبردست مالی نقصان ہو

رہا تھا، کیونکہ وہ P.C.O ججوں کے سامنے پیش نہیں ہو رہے تھے۔ دو سال میں انہوں نے صحیح معنوں میں جان اور مال کی قربانی دی۔ یہ تحریک اِس لحاظ سے بھی بے مثل تھی کہ جس شخص کے حوالہ سے چلائی جا رہی تھی وہ چند بار صرف مختلف بار ایسوسی ایشنز سے خطاب کرنے کے لئے گھر سے نکلا، وگرنہ اپنے اصولی موقف پر قائم رہتے ہوئے وہ خانہ نشین رہا اور ایک دنیا کٹ مرنے کے لئے بازاروں اور سڑکوں پر موجود رہی۔ حقیقت یہ ہے کہ بات اِس لیے آگے بڑھتی گئی کہ عوام اپنے حقوق اور عدل کے متلاشی تھے اور افتخار محمد چوہدری عدل کا سمبل بن چکا تھا۔ لہٰذا پہلے ایک سرکش جرنیل کا اقتدار اس تحریک کی نذر ہوا، پھر سیاسی ورثہ کے حامل ایک متکبر منتخب صدر کو اپنی گردن جھکانی پڑی۔

ہم اُن لوگوں سے بھرپور اتفاق کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ 16 مارچ 2009ء کو ایک نیا پاکستان، ایک بدلا ہوا پاکستان وجود میں آ گیا، ظلم عدل کے سامنے سرنگوں ہو گیا، جبر کی قوتوں نے عوامی قوت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے، قہرمان کمزوروں سے چت ہو گئے۔ پہلے معرکے میں فوجی وڈیروں کو شکست ہوئی اور دوسرے معرکے میں عوامی سیاست کے چیمپئن ڈھیر ہوئے۔

14 اگست 1947ء ہو، یا 1949ء کا یوم قرارداد مقاصد ہو، یا 1977ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کی کامیابی ہو، اِن میں سے کوئی بھی دن پاکستان کا پستی اور زوال کی طرف سفر کو نہ روک سکا، لیکن کیا 16 مارچ 2009ء کا دن جسے "یومِ افتخار" قرار دیا گیا ہے وہ ہمیں بحیثیت قوم باعثِ افتخار بنا دے گا؟ ہاں اور ایک زوردار ہاں کہنے کے لئے ہمارے پاس بہت سی وجوہات ہیں، جن میں سے اہم ترین یہ ہے کہ عدل و قسط ایسا ٹانک ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی معاشرہ بیمار یا کمزور نہیں ہو سکتا، اور معاشرہ اگر زندہ اور توانا ہو تو طیب بڑھتے جاتے ہیں اور خبیث معدوم ہوتے جاتے ہیں، اور ہمیں اصل ضرورت ایسے ہی ایک طیب معاشرہ کی ہے جو اندرونی اور بیرونی شیطانی قوتوں سے نبرد آزما ہو سکے۔ یہاں اِس بات کا ذکر از حد ضروری ہے کہ ہم بعض واقعات کو اتفاقاتِ زمانہ کے ذیل میں لے لیتے ہیں، حالانکہ اللہ ربّ العزت کے ہاں ہر بات طے شدہ منصوبے اور طریقے کے مطابق ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم نہیں سمجھتے کہ یہ بھی محض اتفاق ہے کہ پاکستان نزولِ قرآن کے مہینے میں معرضِ وجود میں آیا اور جابر قوتوں کے خلاف عدل کے متلاشیوں کو فتح ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی جب سراپا عدل اور رحمت اِس دنیا میں تشریف لائے۔ یعنی پاکستان کے اوّل جنم کا تعلق قرآن سے ہے اور اُس کے جنم ثانی کا تعلق حاملِ قرآن سے ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ قرآن اور سنت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر ہم پاکستانی مسلمان اپنی اصلی منزل یعنی اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لئے رواں دواں ہوں۔ ہم آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اِس تحریک نے توقعات کا کوہ ہمالیہ کھڑا کر دیا ہے۔ اگر عوامی توقعات پوری نہ ہوئیں، ظالم، جابر، قاہر، بددیانت، خائن اور اَقربا پرور یونہی دندناتے رہے تو پھر کیا ہوگا؟ اگر یہ صبح بھی صبحِ بے نور رہی تو پھر کیا ہوگا......؟

فقر

[بالِ جبریل]

اِک فقر سِکھاتا ہے صیّاد کو نخچیری!
اِک فقر سے کھُلتے ہیں اسرارِ جہانگیری!
اِک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری!
اِک فقر سے مٹّی میں خاصیّتِ اکسیری!
اِک فقر ہے شبّیری، اِس فقر میں ہے میری!
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبّیری!

جس طرح علامہ اقبال کی رائے میں مذہب اور اذان کی دو قسمیں ہیں، اسی طرح فقر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو کافر میں پایا جاتا ہے، دوسرا وہ جو مومن میں نظر آتا ہے۔ دونوں کا نام ایک ہی ہے، لیکن نتائج مختلف ہیں۔ اقبال نے مثنوی "پس چہ باید کرد" میں فقر کی اِن دونوں قسموں کی وضاحت کی ہے۔ "مثنوی" کا ایک شعر حسب حال ہے:

فقرِ کافر خلوتِ دشت و در است
فقرِ مومن لرزۂ بحر و بر است

یعنی کافر جب فقر اختیار کرتا ہے تو اِس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ترک دنیا کر کے، جنگلوں میں خلوت نشین ہو جاتا ہے، لیکن جب مومن میں شانِ فقر پیدا ہوتی ہے تو وہ خشکی اور تری، یعنی ساری دنیا میں ہنگامہ برپا کر دیتا ہے۔

1۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ایک فقر تو وہ ہے جو انسان کو عیاری اور فریب سکھاتا ہے، جس کی بدولت وہ صیادی کا پیشہ اختیار کر کے اپنی قوت لایموت مہیا کرتا ہے۔ لیکن ایک فقر ایسا بھی ہے جو انسان کے دل میں جہانگیری اور کشور کشائی کا ولولہ پیدا کر دیتا ہے، تاکہ وہ دنیا میں آوازۂ حق بلند کر سکے، اور دنیا والوں کو غیر اللہ کی غلامی سے نجات دے سکے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فاروق اعظمؓ کی حکومت بنی آدم کے حق میں سراسر رحمت تھی۔ کوئی مسلمان کسی دوسرے کا غلام نہیں۔

2۔ ایک فقر ایسا ہے، جس کی بدولت قومیں دوسروں کی غلام بن جاتی ہیں، جس کی وجہ سے اُن کی زندگی ذلت و مسکنت میں بسر ہوتی ہے، لیکن ایک فقر ایسا بھی ہے جس کی تاثیر سے مٹی سونا بن جاتی ہے، یعنی غلام قوم دنیا میں سربلند ہو جاتی ہے۔

3۔ یہ فقر وہ ہے، جس کا نمونہ حضرت حسینؑ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یہی وہ فقر ہے، جس کے حصول کے بعد، انسان دنیا میں سرداری کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور اسلام، مسلمانوں کو اسی سرمایۂ شبیری کا وارث بنانا چاہتا ہے۔ اسلام کا منشا اور مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمان حضرت حسینؑ کے نقش قدم پر چل کر دنیا میں حق و صداقت کے علم بردار بن جائیں۔ حضرت حسینؓ کی زندگی قرآن مجید کی تفسیر ہے، جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے:

رمزِ قرآن از حسینؓ آموختیم
ز آتشِ او شعلہ ہا افروختیم

حرص و ہوس اور توکّل و قناعت

قرآن و سنت کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! کچھ عرصہ پہلے ہم نے جس موضوع پر گفتگو کا آغاز کیا تھا، وہ محاسن اخلاق بمقابلہ رذائل اخلاق تھا۔ اِس ضمن میں سب سے آخر میں تکبر اور انکساری پر بات ہوئی تھی۔ آج کی نشست میں جس موضوع پر گفتگو پیش نظر ہے، وہ ہے حرص و ہوس اور توکل و قناعت۔

انسان کے اندر حرص کا مادہ رکھا گیا ہے۔ حرص یہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا کرے، وہ اُس پر راضی نہ ہو، بلکہ یہ تمنا کرے کہ مجھے اور مل جائے۔ یہ ایسی بشری کمزوری ہے، جو انسان کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ جو شخص اِس سے بچا لیا گیا وہ کامیاب و کامران ہوگیا۔

قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الحشر:9)

”اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔“

اگر غور کیا جائے تو دنیا میں جتنا بھی شر و فساد ہوتا ہے، اکثر و بیشتر اُس کی وجہ حرص و ہوس ہی ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے جائز حقوق پر قناعت نہیں کرتا تو وہ دوسروں کا مال و زر اور زمین ہتھیا لینا چاہتا ہے۔ مال و دولت اور دنیا کی زیب و زینت کی محبت خود اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں رکھی ہے، تاکہ وہ اُسے آزمائے۔ بالعموم یہ محبت بے لگام ہو جاتی ہے، اور حرص و ہوس اور خواہش نفس کے تقاضے سے مغلوب ہو کر انسان دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے لگتا ہے۔

حرص کو کنٹرول کرنے والی شے تقویٰ اور آخرت پر پختہ ایمان ہے۔ آدمی حرص سے اسی صورت میں اپنے آپ کو بچا سکتا ہے، جب کہ اُس کے اندر خدا خوفی ہو، اور اُسے یہ یقین ہو کہ اصل زندگی آخرت کی ہے۔ وہاں کا عیش و آرام حقیقی ہے۔ یہ دنیا تو عارضی قیام گاہ اور وقفۂ امتحان ہے۔ اس یقین سے سرشار انسان آخرت کے لئے نیکیوں کا سرمایہ جمع کرے گا، وہاں کی نجات اور کامیابی کی فکر کرے گا، وہاں کے آرام کو پیش نظر رکھے گا اور حرص و ہوس اُسے اپنا اسیر نہ بنا سکے گی۔ تقویٰ اور آخرت کے یقین کے علاوہ اور کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو انسان کو حرص سے بچا سکے۔

درحقیقت حرص ایسا روگ ہے جو قبر تک انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ حریص آدمی روپے پیسے کو بنکوں اور تجوریوں میں بند رکھتا ہے۔ ہر وقت مال و دولت اکٹھا کرنے کی تگ و دو میں رہتا ہے۔ اُسے حلال و حرام کی پروا نہیں رہتی کہ اچانک فرشتۂ اجل موت کا نقارہ بجاتے ہوئے آ پہنچتا ہے۔

حریص آدمی روپے پیسے کو بنکوں اور تجوریوں میں بند رکھتا ہے۔ ہر وقت مال و دولت اکٹھا کرنے کی تگ و دو میں رہتا ہے۔ اُسے حلال و حرام کی پروا نہیں رہتی کہ اچانک فرشتۂ اجل موت کا نقارہ بجاتے ہوئے آ پہنچتا ہے

قرآن اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢﴾ (سورۃ التکاثر)

”(لوگو) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔“

حرص کرنے والا ہمیشہ تشنہ رہتا ہے۔ اس کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ وہ حاصل شدہ دولت پر قانع ہو جائے، بلکہ چاہتا ہے کہ اتنا مال جمع کر لوں کہ میری سات پشتوں کے لئے کافی ہو جائے۔ اگر ایک فیکٹری ہے، تو چار ہو جائیں۔ اگر دس پلازے ہیں تو بیس ہو جائیں۔ میاں جی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہوتے ہیں، مگر انہیں ہر وقت کاروبار کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ اولاد کی تربیت کی تو چنداں فکر نہیں ہوتی، البتہ مرتے مرتے بھی اولاد کو یہی وصیت کر رہے ہوتے ہیں کہ کاروبار کو کیسے آگے بڑھایا جائے۔

حریص آدمی کی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ ہر وقت مال کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ اپنے مال و دولت کا گاہے بگاہے حساب لگاتا ہے۔ جب اپنے سرمایے کو گنتا ہے تو اُس کے دل کی کلی کھل اٹھتی ہے۔ یہ ذہنیت انجام کے اعتبار سے تباہ کن ہے۔ قرآن حکیم نے ایسے شخص کے لئے ہلاکت اور بربادی کی وعید سنائی ہے۔ سورۃ الھمزہ میں فرمایا:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ نِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩﴾

”ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے، جو مال جمع کرتا ہے اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔ ہرگز نہیں، وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور تم کیا سمجھے کہ حطمہ کیا ہے۔ وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر جا لپٹے گی (اور) وہ اس میں بند کر دیے جائیں گے۔ (یعنی آگ کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔“

مولانا شبیر احمد عثمانی ”تفسیر عثمانی“ میں ان آیات کے

حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''اپنی خبر نہیں لیتا، دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے اور اُن کے واقعی یا غیر واقعی عیب چھانٹا رہتا ہے۔ طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں اُن کو مزہ آتا ہے۔ اُس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اُس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اُس کو آفات ارضی وسماوی سے بچاتا رہے گا۔ یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی اور اس بدبخت کو اُٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے......''

اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور علائق دنیوی کی محبت خود انسان کے اندر رکھی ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں فرمایا گیا کہ

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝﴾

''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزیں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں (مگر) یہ سب دنیا ہی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اِن چیزوں کی محبت اِس لیے رکھی کہ اِن کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لے۔ یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے ایک طرف شریعت کی پابندیاں رکھیں، اور دوسری طرف یہ محبتیں، تا کہ وہ یہ دیکھے کہ میرا بندہ ان میں سے کس چیز کو اختیار کرتا ہے۔ اِن مرغوب چیزوں کے ذکر کے بعد آیت کے آخر میں واضح فرمادیا کہ یہ دنیا کے برتنے کا سامان ہے۔ اِس سے استفادہ ضرور کرو، مگر یہ بقدرِ ضرورت ہو۔ یہ مال دولت اور علائق اور رشتے ناتے تمہارا مقصدِ حیات نہ بن جائیں۔ تم ہر لحہ یہ بات پیشِ نظر رکھو کہ دنیا دارالامتحان ہے۔ دنیا کی رنگینی اور زیب وزینت تمہاری آزمائش کے لئے ہے۔ اِس میں کھو کر اپنی اصل منزل آخرت کو فراموش نہ کردو۔

اگلی آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اِن چیزوں کے مقابلے میں تمہارے لئے بہتر چیز کیا ہے۔

> قناعت کے لئے جو چیز سب سے مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی دنیوی حوالے سے اپنے سے نیچے والے شخص کو دیکھے

دیکھو، تمہارے دل میں تو دنیا کی چیزوں کی محبت رچی بسی ہے۔ تمہاری دلچسپی کا سامان عورتیں ہیں، بیٹے ہیں، سونے چاندی کے ڈھیر ہیں، اعلیٰ سواریاں ہیں، بڑی بڑی گاڑیاں ہیں، بڑے بڑے محلات ہیں، بنک بیلنس ہے، فیکٹریاں اور کارخانے ہیں، کاروبار ہیں......لیکن انجام کار کے اعتبار سے اِن کی کوئی حیثیت نہیں۔ اِن سے بہتر چیز اللہ کا تقویٰ ہے۔ جس شخص نے دنیا میں اللہ کی شریعت کا خیال رکھا، زندگی کے معاملات میں اُس کے احکامات کی پیروی کی، جو اللہ کے حضور حاضری اور جوابدہی سے ڈرتا رہا، اُس شخص کے لئے جنت کے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اور ایسے لوگ اِن میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝﴾

''(اے پیغمبر اُن سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو۔ (سنو) جو

پریس ریلیز — **14 مارچ 2009ء**

حکومت کی غلط پالیسیوں کی بناء پر صوبائی عصبیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے

اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کے قیام ہی سے پاکستان ایک مضبوط اور مستحکم اسلامی ریاست بن سکتا ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی بناء پر صوبائی عصبیت کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ایک طرف وفاقی حکومت نے پنجاب میں مسلم لیگ ن کے مینڈیٹ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے وہاں گورنر راج نافذ کر دیا ہے تو دوسری طرف سندھیوں میں یہ تاثر عام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ یہ سارا ہنگامہ اس لیے برپا کیا جارہا ہے کہ وطن عزیز کی صدارت پر ایک سندھی سیاست دان فائز ہے۔ سندھ حکومت نے پنجاب میں امن و امان کے قیام کے لیے بڑی تعداد میں سندھی پولیس روانہ کردی ہے۔ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے ہمارے سیاست دان کبھی سندھ اور کبھی پنجاب کارڈ استعمال کرتے ہیں۔ اگر وطن عزیز میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ہوتا تو نہ صوبائی عصبیتوں کو کبھی سر اٹھانے کا موقع ملتا' نہ پاکستان شکست و ریخت سے دوچار ہوتا اور نہ ہمیں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔ اب بھی موقع ہے کہ اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کا اہتمام کیا جائے۔ تا کہ پاکستان ایک مضبوط و مستحکم اسلامی ریاست کی شکل اختیار کر سکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لیے اللہ کے ہاں باغات (بہشت) ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ کی خوشنودی اور اللہ (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔"

جس وقت قرآن نازل ہوا تھا، اہل عرب جس زیادہ سے زیادہ خوشحالی، سرمایہ داری اور عیش وعشرت کا تصور کر سکتے تھے، وہ یہی تھا کہ کسی سرسبز خوبصورت پہاڑی علاقے میں بڑی جائیداد ہو، باغات ہوں، خوبصورت گھر ہو، عمدہ سواری ہو۔ وہ لوگ آج کے دور کے لوگوں کو جو لگژریز حاصل ہیں، اُن کے پاس جس قسم کی عمدہ سواریاں اور عالی شان محلات ہیں، اُن کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے ہوں گے۔ لیکن جنت وہ مقام ہے، جہاں انسان کے تصور کی رسائی بھی نہیں۔ وہاں انسان کے بلند سے بلند ترین تصور سے بھی بڑھ کر نعمتیں ہوں گی۔ ایسی آرام دہ پاکیزہ زندگی ہوگی، جس کا خیال بھی یہاں نہیں کیا جاسکتا۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی نصیب ہوگی...... لیکن اس بڑی کامیابی کے لئے دنیا میں صبر کرنا ہوگا۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہوگا۔ قناعت کرنا ہوگی۔ ذرا سوچئے، ہماری عمر ہی کتنی ہے۔ ہماری اوسط عمر ساٹھ ستر سال ہے۔ یہی بات نبیؐ نے فرمائی ہے۔ یہ عرصۂ حیات مختصر سا امتحانی وقفہ ہے۔ اس میں سے بھی ابتدائی سال بچپن اور لڑکپن کے ہیں۔ باقی عرصے کو اگر اللہ کے دیئے گئے شرعی ضابطہ کے مطابق گزار دیا جائے تو انسان اس امتحان زندگانی میں کامیاب ہو جائے گا۔ اسلام کی نظر میں دانش مند وہ شخص ہے جو اپنی دائمی زندگی کی کامیابی کی فکر کرے اور دنیا کی ہوس میں پڑ کر اپنی آخرت کو برباد نہ کرے۔ ابویعلی شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عقلمند اور دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات نفس کا غلام بن جائے اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے۔" (رواہ الترمذی)

بندۂ مومن کا معاملہ یہ ہو کہ بیچ بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا:

"دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر۔"

جس طرح اجنبی شخص کو کوئی نہیں جانتا، اسی طرح دنیا میں ناموری شہرت اور مال دولت کی فراوانی کی لالچ اور ہوس نہیں ہونی چاہیے۔ پھر یہ کہ جس طرح راہ چلتا مسافر راستے میں اپنے لئے عمدہ رہائش نہیں بناتا، اپنے راستے کو پرکشش بنانے کی تمنا نہیں کرتا، بلکہ اُس کا ہدف وہ منزل ہوتی ہے، جس کی طرف وہ سفر کرتا ہے۔ وہ جلد از جلد اس تک پہنچ جانا چاہتا ہے۔ اسی طرح ایک بندہ مومن کو اپنی آخرت کی منزل کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ دنیا کی راہ گزر کو پرکشش بنانے کی کوشش سخت نادانی کی بات ہے، اس صورت میں جبکہ یہ اسلامی اصولوں کو پامال کر کے ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عقلمند اور دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو خواہشات نفس کا غلام بن جائے اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے۔" (رواہ الترمذی)

انسان جب آخرت کو بھلا دیتا ہے تو دنیا کی محبت اور حرص اُسے اندھا بنا دیتی ہے۔ وہ عمر کے اعتبار سے تو بوڑھا ہوتا جاتا ہے، مگر حرص اور بڑھتی جاتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی امنگ جوان ہوجاتی ہے۔

حرص کے مقابلے میں جو چیز مطلوب ہے، وہ قناعت اور توکل ہے۔ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اور آخرت کے حقیقی زندگی ہونے کا یقین رکھتا ہے، وہ حریص نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے دیئے گئے رزق اور اسباب دنیوی پر قناعت کرتا ہے۔ اُن پر اللہ کا شکر بجالاتا ہے۔ اُس کی جو بھی حالت ہو، وہ اللہ کی خوشنودی کا خیال رکھتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مومن کا معاملہ بھی خوب ہے۔ یہ مومن ہی کی خصوصیت ہے کہ اُسے خوشی پہنچتی ہے تو (اس پر اللہ کا) شکر کرتا ہے (تو یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہوتا ہے (یعنی اس سے اجر ہے) اور جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر سے کام لیتا ہے۔ تو یہ (صبر کرنا بھی) اُس کے لئے بہتر ہوتا ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)" (رواہ مسلم)

قناعت کے لئے جو چیز سب سے مدد و معاون ثابت ہوسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی دنیوی حوالے سے اپنے سے نیچے والے شخص کو دیکھے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو وسائل اور دولت میں مختلف درجے دیئے ہیں۔ کسی کو کم دیا ہے، کسی کو زیادہ۔ قناعت اور شکرگزاری کا جذبہ تب پروان چڑھے گا، جب نگاہ اپنے سے کمزور پر ہوگی۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ

"دنیا کے معاملے میں اُن لوگوں کو دیکھو جو تم سے نیچے ہیں، اور اُن پر نظر نہ رکھو جو تم سے اوپر ہیں، تاکہ تم اللہ کی اُن نعمتوں کو جو اس نے تمہیں دی ہیں، حقیر نہ جانو۔"

حضرت شیخ سعدیؒ نے اپنی حکایات میں ایک بہت پیاری حکایت بیان کی ہے۔ جو ہمارے لئے بڑی سبق آموز ہے۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری فقر اور غربت کی حالت یہ تھی کہ میرے پاؤں میں جوتے نہیں تھے اور میں گھر سے بازار جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ لوگوں کے پاس اللہ کا دیا کیا کچھ ہے، لیکن میرے پاس جوتے بھی نہیں ہیں۔ اس اثنا میں اچانک میری نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو دونوں ٹانگوں سے معذور تھا۔ یہ دیکھ کر میں سخت نادم ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے مجھے صحیح سلامت ٹانگیں عطا کیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جی کے لالچ اور حرص وہوس کی مہلک بیماری سے محفوظ رکھے، اپنے دیئے ہوئے اسباب و وسائل پر قناعت کی توفیق دے...... اور اپنی راہ میں انفاق کا سچا جذبہ عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟ ❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I، II، III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

نہ قفس نہ آشیانہ

شکیل عادل

سیر گاہوں کے کرایوں میں اضافہ ہو گیا
لوگ پھر فٹ پاتھ پر راتیں بسر کرنے لگے

یہ نوحہ ہے ہماری سسکتی بلکتی اکانومی کا جس کی آنکھوں سے اتنا پانی بہہ چکا کہ اب آنکھیں خشک جزیرہ ہو گئی ہیں۔ کس شعبے کا ذکر کیا جائے اور کس سائیڈ سے شروع کیا جائے؟ دال اُس وقت چنی جاتی ہے، جب اُس میں کچھ کالا ہو۔ اب تو کالے میں سے دال تلاش کرنی ہے اور تلاش کی بھی کیا ضرورت ہے، سیاست سے اور بیوروکریسی سے گنتی کے لوگ الگ کر دیں تو باقی کالا ہی کالا رہ جائے گا۔ ہر حکمران نے ہمیں ایک نئے بحران سے نمٹنے کے لیے تیار کیا۔ ہر حکمران کو خزانہ خالی ملا۔ ہر حکمران کو قرضوں کا بوجھ وراثت میں ملا، اور ہر کوئی اِسے مزید بڑھا کر چلتا بنا۔ Compromise اور Adjustment کی سلیمانی ٹوپی نے قوم کی نظروں سے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی غائب کر دیا۔

یہ قوم بھی عجیب قوم ہے۔ گلی محلوں میں دس دس روپے کے عوض قتل کر دینے والی قوم کے سپوت ملک و قوم کی بوٹیاں نوچ لینے والوں کو "محفوظ راستوں" سے گزار کر اُن کی منزلِ مقصود پر پہنچا دیتے ہیں۔ یا شاید ہم اتنے خود غرض ہو گئے ہیں کہ دس روپے اپنے ہوتے ہیں اور یہ اربوں روپیہ قوم کا ہے۔ نہیں شاید یہ خود غرضی نہیں لاعلمی ہے کہ وہ دس روپے جو اپنی جیب سے نکلتے ہیں ہمیں اپنے لگتے ہیں اور قوم کا روپیہ ہم وزیروں، سفیروں، لٹیروں، چوروں اور ڈاکوؤں کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ تو آپ سن لیں، قوم کا ہر فرد سُن لے کہ یہ پیسہ بھی ہماری جیبوں سے ہی جا رہا ہے۔ ٹوتھ پیسٹ سے لے کر گاڑی تک، نمک سے لے کر گھی تک، ہم جہاں جہاں بھی خرچ کرتے ہیں یہ ٹیکسوں کی شکل میں ہماری ہی جیبوں سے جا رہا ہے۔ یہ تو امانت دار ہیں۔ شاہراہوں اور ٹال پلازوں پر آپ کے سامنے ڈرائیور جو ادائیگی کرتا ہے وہ بھی آپ ہی کا پیسہ ہے۔

من حیث القوم ہماری اجتماعی خرابی یہ ہے کہ ہماری یادداشت بہت کمزور ہے۔ سیاسی بہروپیے وعدوں، منتوں اور دھوکوں کی پلیٹیں آپ کی نذر کر کے آپ کا قیمتی ووٹ لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ایوانوں میں بیٹھتے ہی یہ پلیٹیں لبالب بھر دی جائیں گی مگر پھر اگلے پورے پانچ سال بھی وہ پلیٹیں خالی ہی رہتی ہیں۔ ہماری یادداشت اتنی تو پختہ ہونی چاہیے کہ نئی پلیٹیں وصول کرتے وقت ہمیں پچھلی ٹرم کی خالی پلیٹیں یاد آ جائیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہمیں واقعی اپنی یادداشتوں کی پڑتال کرنی چاہیے۔ وہی چہرے، وہی لوگ جو سالہا سال علاقوں میں نظر نہیں آتے، اچانک میدانی علاقوں کے دریا کی طرح پھیل جاتے ہیں اور ہم پھر اُن کی باتوں، وعدوں، دھوکوں سے بہل جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا"۔ اگر ہم ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جا رہے ہیں تو یقیناً ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لے کر یہ پتہ لگانا ہوگا کہ ہم مومن بھی ہیں یا نہیں کیونکہ میرے آقا محسنِ کائنات ﷺ کا فرمان تو بلاشبہ حق اور سچ ہے۔

بدقسمتی سے ہمارا ملکی قانون اربابِ اختیار کی رکھیل کا روپ دھار چکا ہے، جو نہ صرف انہیں عیش کوشی و من مانی پر اُکساتی اور دادِ عیش دیتی ہے بلکہ وقت پڑنے پر حقیقی شریفوں کو آنکھیں بھی دکھاتی ہے۔ غریبوں، ناداروں اور بے یار و مددگار عوام کے لیے جو قانون فولاد کی مانند سخت اور تقدیر کی طرح اٹل ہے وہی قانون امیروں، وزیروں، سفیروں اور بے ضمیروں کے لیے ربڑ کی مانند لچکدار اور پھولوں کے بستر کی مانند نرم اور گداز ہے۔ یہ سوال ذہن میں ہمیشہ کچوکے لگاتا ہے کہ کیا ہم اس محسنِ انسانیت ﷺ کی امت کے افراد ہیں کہ جس نے فاطمہ نامی ایک عورت پر چوری کا الزام ثابت ہو جانے پر اُس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا اور اُس کے لیے سفارش کی غرض سے آنے والے صحابہ کرامؓ پر نہ صرف ناراضی کا اظہار فرمایا تھا بلکہ یہ تاریخی جملے ادا کر کے ایک اعلیٰ مثال قائم کی تھی کہ "اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر آج اس عورت کی جگہ میری اپنی بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتیں تو وہ بھی سزا سے نہ بچ سکتیں۔ تم سے پہلے کی قومیں اس لیے برباد کر دی گئیں کہ جب اُن کا کوئی غریب آدمی جرم کرتا تو اُس پر سزا پاتا اور اگر کوئی امیر کرتا تو اُسے چھوڑ دیا جاتا۔"

غور کیجیے، رسولِ عربی ﷺ کی اِس حدیث کی روشنی میں ہمارا شمار کس قسم کی قوموں میں ہوتا ہے۔ افسوس کہ آج ہم بھی ماضی کی سی برباد قوموں جیسے خصائل رکھتے ہیں۔ ہماری اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔ بھائی چارہ دم توڑ گیا ہے۔ رواداری، بردباری، عظمت، مروت، حلاوت، سخاوت میں سے ہمارے پاس کیا بچا؟ بلاشبہ کچھ بھی نہیں، ہاں ان کی بجائے ظلم، جرم، فریب، بے مروتی، بے غیرتی، بے حیائی اور بے ایمانی ہمارے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔

سوچتے ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ یہ قوم ایک ایسے جسم کی مانند ہو گئی ہے جس کا ایک ایک عضو ناکارہ ہو چکا ہو، جسے کینسر، ایڈز، ہیپاٹائٹس جیسے موذی امراض نے گھیر لیا ہو اور جاں بری کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی ہو اور گلو خلاصی کی ہر امید دم توڑ گئی ہو۔

کاش! جھوٹ، لالچ، خود غرضی، بزدلی اور عہد شکنی جیسے امراض کی کسی آپریشن سے شفایابی ممکن ہوتی، تو ہمارا ضمیر جسم کے ہسپتال میں یوں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم نہ توڑتا اور ہم سب عالمی شاہراہ پر کشکول برداری کی ذلت بھری زندگی نہ گزار رہے ہوتے۔

ان بیماریوں کے علاج کی کوئی کرن اگر کہیں سے دکھائی دیتی ہے تو صرف ایک اُس ہسپتال سے جس کے انوکھے طریقہ ہائے علاج سے نہ صرف ہمارے تنِ مردہ میں جان آ سکتی ہے بلکہ مہلک جراثیموں کے خاتمے کی امید بھی واضح نظر آتی ہے۔ یہ وہ اسلامی ہسپتال ہے جس کے ماہر سرجن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ صرف پرہیز سے ہی مرض کے خاتمے کا مژدہ سناتے ہیں۔ شروع یوں کیا جاتا ہے کہ مریض کے ہسپتال میں پہنچتے ہی اُسے "توبہ" کی ڈرپ لگا دی جاتی ہے۔ مریض پژمردگی سے غنودگی کے عالم میں لوٹتا ہے اور رفتہ رفتہ آنکھیں کھول دیتا ہے۔ اس کے بعد یقینِ کامل، خود سپردگی کی کیفیات سے گزرنے والے مریض تھوڑے ہی وقت میں شفا پا کر گھروں کو لوٹ سکتے ہیں، جہاں عزت، خوشی، خوشحالی، بے خوفی اور نیک نامی دل و نگاہ فرشِ راہ کیے اُن کی منتظر ہے۔ تو کیا آپ اِس علاج گاہ سے علاج کے لیے تیار ہیں؟

ستر وحجاب کی اسلامی تعلیمات

موجودہ مخلوط معاشرت اور دینی جماعتیں

کیا ہماری انتخابی سیاست میں حصہ لینے والی جماعتیں اس پر غور کریں گی کہ وہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی جدوجہد میں کس مقام پر کھڑی ہیں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ وہ خواتین کو سیاسی میدان سے دور رکھیں، اپنے تحریکی اور نظریاتی تعلیمی اداروں کو مخلوط تدریس سے پاک کریں، اور لڑکیوں کے سکولوں میں مرد اساتذہ کی بھرتی پر پابندی لگائیں

پروفیسر عبداللہ شاہین

☆ سیاست میں حصہ لینے والی مذہبی جماعتیں شریعتِ اسلامیہ میں کہاں کھڑی ہیں؟

☆ گلی محلوں میں چلنے والے "اسلامی ماحول" کے دعویدار سکول و کالج، جن کے سٹاف میں "مرد" اور "خواتین" اساتذہ موجود ہیں، ان کا کیا خیال ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن مجید میں موجود اللہ تعالیٰ کے "پردے سے متعلق" بعض احکام "حشو وزوائد" پہ مبنی ہیں؟

سورۃ النور اور سورۃ الاحزاب ایسی سورتیں ہیں جن میں مسلمان عورتوں کے "ستر" اور "حجاب" کے احکامات کا بیان ہے۔ یہ سورتیں اُس زمانہ میں نازل ہوئیں جب مسلم معاشرے کی تعمیر ہو رہی تھی اور ہر پہلوئے زندگی کی اصلاح کا کام جاری تھا۔ اس پوری مدت میں قوانینِ نکاح وطلاق، وراثت کا قانون، شراب اور جوئے کی حرمت کا قانون اور معیشت و معاشرت کے دوسرے بہت سے پہلوؤں میں نئے ضابطے نافذ کیے گئے۔ اسی موقع پر معاشرے میں شہوانیت کے عنصر کو حدِ اعتدال میں رکھنے کے لئے اُن اصلاحی احکام کے نفاذ کی ابتدا کی گئی جو حجاب (پردہ) کے عنوان سے بیان کیے جاتے ہیں اور جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1۔ ازواج مطہراتؓ کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو، بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلو، اور غیر مردوں سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہو تو دبی زبان سے بات نہ کرو کہ کوئی شخص بے جا توقعات قائم کر لے۔

2۔ حضور ﷺ کے گھروں میں غیر مردوں کے بلا اجازت داخل ہو جانے کو روک دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ ازواجِ مطہراتؓ سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

3۔ غیر محرم مردوں اور محرم رشتہ داروں کے درمیان فرق قائم کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ازواجِ مطہراتؓ کے صرف محرم رشتہ دار ہی آزادی کے ساتھ آپؐ کے گھروں میں آ جا سکتے ہیں۔

4۔ تمام مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جب باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو چادروں سے اپنے آپ کو اچھی طرح سے ڈھانک کر اور گھونگھٹ ڈال کر نکلا کریں۔ نیز بجنے والے زیور یعنی پازیب وغیرہ بھی پہن کر نہ نکلیں۔

اخلاق، معاشرت اور قانون کے ایسے احکام و ہدایات کا مقصد یہ تھا کہ مسلم معاشرے کو برائیوں کی پیداوار اور ان کے پھیلاؤ سے محفوظ رکھا جائے اور ٹھیک ٹھیک موقع پر انسانی زندگی کی اصلاح و تعمیر نفسیاتی انداز میں کی جائے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اور ازواجِ مطہراتؓ تک کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ پردے کے پیچھے سے باہم مخاطب ہوا کریں اور اس امر پر کسی دلی تنگی کے بجائے شرحِ صدر کے لئے فرمایا کہ یہ تمہارے دلوں کی پاکیزگی کے لیے مناسب طریقہ ہے۔ آپ ذرا اندازہ لگائیں کہ ازواجِ مطہراتؓ جو اُمت کی مائیں ہیں اور جن سے امتیوں کا نکاح حرام ہے، نیز صحابہ کرامؓ جن کی شان کو اولیائے امت اکٹھے ہو کر بھی نہیں پہنچ سکتے، ان مقدس ہستیوں سے بڑھ کر کون پاک باز ہو سکتا ہے؟ جب انہیں باہم دِگر درمیان میں پردہ حائل رکھنے کا حکم دیا گیا تو پھر میں اور آپ کس باغ کی مولی ہیں کہ ایسے حیلے بہانے اور تھذ رلنگ پیش کریں کہ "پردہ تو دل کا ہوتا ہے۔ اگر دل پاک صاف ہے تو چہرے اور آنکھوں کا کیا پردہ؟"

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں "تبنیت" یعنی منہ بولے رشتوں کی بھی نفی کر دی، حالانکہ عرب معاشرے میں "متبنّیٰ" کی ایک باقاعدہ حیثیت تھی۔ عرب کے لوگ منہ بولے رشتوں میں وہی خلا ملا رکھتے تھے جو حقیقی بیٹے اور بھائی سے اُس کی ماں اور بہن رکھتی ہیں۔ اسلامی قانون جن بداخلاقیوں کا سدباب کرنا چاہتا ہے، "تبنیت" (منہ بولے رشتوں) کی یہ رسم اُن کے پھیلنے میں مددگار تھی کیونکہ رسم کے طور پہ منہ بولے رشتوں میں خواہ کتنا ہی تقدس پیدا کر دیا جائے، بہرحال منہ بولی بہن اور منہ بولی بیٹی حقیقی بہن اور بیٹی کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ان مصنوعی رشتوں کے رسمی تقدس پر بھروسہ کر کے منہ بولے رشتوں کے حامل نامحرم مردوں اور عورتوں کے درمیان جب حقیقی رشتہ داروں کا سا خلا ملا ہو تو وہ بُرے نتائج پیدا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (خواہ ہم اپنے ضمیر اور معاشرے کو مطمئن کرنے کے لیے کتنا ہی کہتے رہیں کہ فلاں عورت میری بہن کی طرح ہے اور فلاں میری بیٹی کی طرح ہے۔) ظاہر ہے کہ ہم جس قدر بھی تقدس پیدا کر لیں...... اس قدر تو نہیں ہو سکتا جو نبی اکرم ﷺ کی ازواج، اصحاب رضی اللہ عنہم اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے دلوں میں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُس مقدس تعلقِ خاطر کے بارے میں بھی فرما دیا کہ ﴿ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾ یعنی "یہ صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں"۔ بیٹا وہی ہوتا جس نے تمہاری کوکھ سے جنم لیا ہو، اور بھائی وہی ہوتا ہے جسے تمہاری ماں نے جنا ہو۔ (جبکہ جدید انگلش ماڈل سکولوں، سرکاری ہسپتالوں اور دفاتر وغیرہ کے سٹاف میں شامل مرد و زن ایک دوسرے کے لیے Sister اور Brother کے الفاظ کا بھی تکلف گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ باہم دِگر ذاتی ناموں سے مخاطب کرتے ہیں۔)

پیشِ نظر رہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں عورت کے لیے "اذان" جیسا متبرک عمل بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔ نیز اگر نمازِ باجماعت میں کوئی عورت موجود ہو اور امام بھولے سے کوئی غلطی کرے تو مرد نمازیوں کی طرح اُسے "سُبْحَانَ اللہ"

> **وہ دین جو عورت کو غیر مرد سے بلا جھجک بات کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا کیا وہ پسند کر سکتا ہے کہ عورت سیاسی جلسوں اور پارلیمنٹ میں تقریر کرتی پھرے اور گلی محلے کے موجودہ سکولوں میں "اندازِ کلیسائی" اپناتے ہوئے اسٹیج پر آ کر بچوں سے ٹیبلو کرائے**

کہنے کی اجازت نہیں بلکہ اُسے صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کر دینی چاہیے، تاکہ امام متنبہ ہو جائے...... سوچنے کی بات ہے کہ جب عورت کو "من و راء حجاب" بات کرنے کا حکم ہے اور اِس کی بھی بوقتِ ضرورت اجازت ہے، اور اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ آواز میں نرمی اور لوچ نہ ہو، تو کیا وہ دین جو عورت کو غیر مرد سے بلاجھجک بات کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا اور "اذان" دینے اور حالتِ عبادت (نماز) میں "سبحان اللّٰہ" جیسے پاکیزہ کلمات کے جہر (بلند آواز سے ادا کرنے) سے روکتا ہے، کیا وہ پسند کر سکتا ہے کہ عورت سیاسی جلسوں اور پارلیمنٹ میں تقریر کرتی پھرے اور گلی محلے کے موجودہ سکولوں میں "اندازِ کلیسائی" اپناتے ہوئے اسٹیج پر آ کر بچوں سے ٹیبلو کرائے؟...... سید مودودیؒ نے اپنے تفسیر "تفہیم القرآن" میں کیا جواب لکھا ہے۔

"اب جس شخص کو بھی اللہ نے بینائی (بصارت و بصیرت) عطا کی ہے وہ خود دیکھ سکتا ہے کہ جو "کتاب" مردوں کو عورتوں سے رُو در رُو بات کرنے سے روکتی ہے، اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے کی مصلحت یہ بتاتی ہے کہ "تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے" اُس میں سے آخر یہ نرالی رُوح کیسے کشید کی جا سکتی ہے کہ مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم (اور تدریس) اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا بے تکلف میل جول بالکل جائز ہے، اور اس سے دلوں کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کسی کو قرآن کی پیروی نہ کرنی ہو تو اس کے لیے زیادہ معقول طریقہ یہ ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی کرے اور صاف صاف کہے کہ میں اس کی پیروی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ تو بڑی ہی ذلیل حرکت ہے کہ وہ قرآن کے صریح احکام کی خلاف ورزی بھی کرے اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ یہ بھی کہے کہ یہ اسلام کی "روح" ہے جو میں نے نکال لی ہے۔ آخر وہ اسلام کی کون سی رُوح ہے جو قرآن و سنت کے باہر کسی جگہ ان لوگوں کو مل جاتی ہے۔"

(تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص121، حاشیہ 98)

اس سورۃ الاحزاب کے حکم "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" کی تشریح میں سید مودودی یوں رقم طراز ہیں:

"آیت کا منشا یہ ہے کہ عورت کا اصلاً دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔ اس کو اس دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں، اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلنا چاہیے۔ یہ منشا خود آیت کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث اس کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہیں۔ حافظ ابوبکر بزار حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے، وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟ جواب میں آپؐ نے فرمایا: "جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی"۔ مطلب یہ ہے کہ مجاہد دل جمعی کے ساتھ اسی وقت تو اللہ کی راہ میں لڑ سکتا ہے جبکہ اسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو، اس کی بیوی گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی ہو، اور اسے کوئی خطرہ نہ ہو کہ پیچھے وہ کوئی گل کھلا بیٹھے گی۔ یہ اطمینان جو عورت اسے فراہم کرے گی، وہ گھر بیٹھے اس کے جہاد میں برابر کا حصہ دار ہو گی۔

اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے لوچ دار انداز گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مَردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے سے بھی روکتا ہے، کیا وہ بھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آ کر گائے، ناچے، تھرکے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے؟......"

(تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص89,90)

اور سید مودودیؒ کے یہ الفاظ تو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں کہ

"قرآن مجید کے اس صاف اور صریح حکم (وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ) کی موجودگی میں اس بات کی آخر کیا گنجائش ہے کہ مسلمان عورتیں کونسلوں اور پارلیمنٹوں کی ممبر بنیں، بیرونِ خانہ کی سوشل سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں، سرکاری دفتروں میں مردوں کے ساتھ کام کریں، کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم پائیں (اور تعلیم دیں) مردانہ ہسپتالوں میں نرسنگ کی خدمت انجام دیں، ہوائی جہازوں اور ریل کاروں میں "مسافر نوازی" کے لیے استعمال کی جائیں اور تعلیم و تربیت کے لیے امریکہ و انگلستان بھیجی جائیں؟"

(تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص90-91)

سید مودودیؒ کی مندرجہ بالا صائب رائے کی روشنی میں ہماری سیاست میں حصہ لینے والی (مذہبی و سیاسی) جماعتوں کو سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی جدوجہد میں خود کس مقام پر کھڑی ہیں؟ اور عامۃ المسلمین خصوصاً سید صاحب کے پیروکار اپنے ضمیر کو جھنجھوڑیں کہ کیا وہ اپنے دینی رہنما کی بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں؟ اگر جواب مثبت ہے اور یقیناً ہونا چاہیے...... تو اپنی خواتین کو انتخابی سیاست سے دور رکھیں اور اپنے تحریکی و نظریاتی تعلیمی اداروں کو Co-teaching سے پاک کریں، گرلز اور بوائز کیمپس الگ الگ قائم کریں اور لڑکیوں کے سکولوں میں مرد اساتذہ کی بھرتی اور تدریس پر پابندی لگائیں، ورنہ قول و فعل کے تضاد کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہیں۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ مکتبہ خدام القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور کے کارکن شیخ عابد حسین کی والدہ وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے رفیق محمد یوسف بٹ کی اہلیہ وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی کے مبتدی رفیق محمد علی کی والدہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و احباب اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

تنظیمی اطلاعات

نئی مقامی تنظیم چترال کا قیام اور امیر کا تقرر

امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقد 26 فروری 2009ء میں مشورہ کے بعد مقامی تنظیم چترال کے قیام کا فیصلہ فرمایا اور اس کے امیر کے لئے ڈاکٹر اکرام اللہ کا تقرر فرمایا۔

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ میں نئے امیر کا تقرر

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے امیر کے دو سال پورے ہونے پر امیر محترم نے رفقاء کی آراء اور ناظم حلقہ کی تجویز کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقد 5 مارچ 2009ء میں مشورہ کے بعد جناب خورشید نبی نور کو مذکورہ تنظیم کا امیر مقرر کیا ہے۔

حلقہ سرگودھا کا قیام

کچھ عرصہ سے سرگودھا اور اس کے قریبی شہروں پر مشتمل حلقے کا قیام زیر غور تھا۔ اس حوالے سے وہاں کے ذمہ داران سے آراء حاصل کرنے کے بعد امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 5 مارچ 2009ء میں مشورہ کے بعد نئے حلقہ سرگودھا (مشتمل برعلاقہ جات سرگودھا، بھکر، خوشاب اور میانوالی) کے قیام اور جناب رفیع الدین کو اس کا امیر مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

جس کا کھاؤ اسی کا گاؤ

محمد سمیع

ہمارے ایک فوجی افسر نے جو لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے سے ریٹائر ہو چکے ہیں، اپنے ایک حالیہ انٹرویو کے دوران اظہار خیال کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے، اس میں سے کچھ اقتباسات درج کیے جا رہے ہیں۔ ان کی باتوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ کے حوالے سے ہمارے حکمرانوں کی سوچ کیا ہے۔ میں یہاں ”حکمرانوں“ کا لفظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کیونکہ ہمارے فوجی جنرلوں کی ملکی تاریخ کے بیشتر حصہ پر حکمرانی رہی ہے۔ ویسے ہمارے سیاسی قائدین کی سوچ بھی کچھ اس سے مختلف نہیں۔ الا ماشاء اللہ

ان سے پوچھا گیا کہ کیا اسلامی ملک میں دشمن کی سپلائی لائن ہونی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ یہ سوال نیٹو فورسز کو پاکستان کے راستے رسد کی فراہمی سے تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ”کون سا دشمن، بھارت یا امریکہ؟ امریکہ آپ کا دشمن کیسے ہے؟ پیسہ آپ اس سے لیتے ہیں۔ روزانہ آپ پڑھتے ہیں کہ اس نے اتنے بلین ڈالر دیئے۔ وہ آپ کو پیسے بھی دیتا ہے، پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ وہ آپ کا دشمن ہے۔ عوام کو بھی اس حوالے سے ایجوکیٹ کرنے، باخبر کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ ہمارا دشمن کیسے ہوگیا؟ کھاریاں چھاؤنی کیا امریکہ نے نہیں بنائی؟ 1965ء سے پہلے جو ٹینک، جہاز وغیرہ آئے وہ امریکہ سے آئے تھے۔ ان ہتھیاروں کے ہوتے ہوئے آپ نے ہندوستان کے ساتھ جنگ لڑی۔ آپ امریکہ سے امداد بھی لیتے ہیں اور پھر گالی بھی نکالتے ہیں۔“

ہمیں تسلیم ہے کہ امریکہ ہمارا دشمن نہیں بلکہ ہم خود اپنے دشمن آپ ہیں کیونکہ ہم نے کبھی اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ جبھی تو ہمیں امریکی امداد کا سہارا لینا پڑا اور اس نے درپردہ مشرقی پاکستان کے سقوط میں کردار ادا کیا اور اب تو وہ کھلم کھلا ہمارے وطن کے مزید حصے بخرے کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور اس کے ہاں سے اس بارے میں باضابطہ ہمارے ملک کا نیا نقشہ جاری کیا گیا ہے۔ نادان کی دوستی سے بچنے کی ہمیں تاکید کی گئی ہے لیکن اگر ہم خود نادان بن کر اپنے آپ کو اس طرح کے نام نہاد دوستوں کا محتاج بنالیں تو اس میں ان دوستوں کا کیا قصور۔ یہ تو واقعی بڑی زیادتی کی بات ہے کہ ہم امریکہ سے پیسے بھی لیں اور اس کے نتیجے میں اپنے ملک کی شکست وریخت کا بندوبست بھی کریں اور دشمن امریکہ کو کہیں۔

آگے جا کر وہ فرماتے ہیں ”آپ امریکہ کو چھوڑ دیں، پیسہ لینا بند کر دیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ اگر آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہی نہیں ہوتے تو آپ آگے کیسے چلیں گے۔“

بات تو انہوں نے بڑے پتے کی کہی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قوم آج اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں رہی تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ ہمارے حکمران کاروبار مملکت چلانے کے لئے قرضے لیں اور وہ قوم پر خرچ ہونے کی بجائے حکمرانوں کے بینک بیلنس میں اضافوں اور ان کے اندرون و بیرون ملک محلات قائم کیے جانے کا سبب بن جائیں تو اس کی نوبت کیسے آسکتی ہے کہ قوم اپنے پیروں پر کھڑی ہو۔ یقیناً موصوف کے نزدیک اس کی ذمہ داری بھی قوم پر ہی عائد ہوتی ہوگی کیونکہ اگر وہ اپنے ووٹوں کے ذریعہ ایسے حکمرانوں کو اپنے اوپر مسلط کرتے رہے اور جو لوگ بندوق کی نوک پر اقتدار پر قابض ہوگئے، ان کے قبضے کو بھی تسلیم کرتے رہے تو انہیں اس کی سزا بھگتنی چاہئے اور وہ بھگتتے چلے آرہے ہیں۔

موصوف نے آگے جا کر فرمایا ہے کہ ”سرا پیسہ اگر صحیح طور پر انویسٹ کیا جائے تو یہ آپ کے 75 فیصد مسائل حل کر دیتا ہے۔“ انہوں نے بجا ارشاد فرمایا۔ ہمارے حکمرانوں نے پیسے صحیح طور پر انویسٹ کیے جبھی تو ان کے 75 فیصد تو کیا 99 فیصد مسئلے حل ہو چکے ہیں۔ اگر ایک فیصد کی کسر رہ بھی گئی ہے تو یہ ان کی اپنی نااہلی ہے۔ عوام نے تو کبھی ان کی انویسٹمنٹس پر اعتراض نہیں کیا۔ مظلوم و مجبور لوگ بھی بھلا اعتراض کا حق رکھتے ہیں۔ ویسے یہ پیسہ بڑی ظالم شے ہے۔ جب یہ جرائم پیشہ لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے تو وہ طالبان وغیرہ کا روپ دھار لیتے ہیں اور یوں پیسہ ملک میں فساد پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس سے حقیقی طالبان بھی لوگوں کی نظروں میں ناپسندیدہ ٹھہرتے ہیں، لیکن اگر یہی پیسہ حکمرانوں کے ہاتھوں میں آتا ہے تو ان کی عزت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے، کیونکہ اس رقم کا کچھ نہ کچھ حصہ تو وہ عوامی بہبود مثلاً مساجد کی تعمیر وغیرہ پر لگا ہی دیتے ہیں۔ حکومتی سطح پر عوامی بہبود کے کاموں کا حشر دیکھنا ہو تو اس پل کو دیکھ لیں جس پر ایک خطیر رقم خرچ ہوئی لیکن اپنی تعمیر کے مہینے دو مہینے کے اندر ہی زمیں بوس ہوگیا اور کچھ خوش قسمت لوگوں کو دنیا میں ہونے والے مظالم سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

> فوجی افسر نے کہا: آپ امریکہ کو چھوڑ دیں، پیسہ لینا بند کر دیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں۔ اگر آپ اپنے پیروں پر کھڑے ہی نہیں ہوتے تو آپ آگے کیسے چلیں گے

دراصل بات یہ ہے کہ ہمیں ترقی کرنی ہے اور اس کے لئے قرضے لینے پڑتے ہیں۔ دنیوی ترقی کے لئے تو پیسے لینے پڑتے ہیں اور البتہ اخروی ترقی جو دائمی بھی ہے اس کے لئے قرض دینے پڑتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ قرضہ حسنہ قرار دیتا ہے۔ دنیوی ترقی کے نتائج وہی ہوتے ہیں جو ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ ہمارے دین نے دنیوی ترقی کے لئے منع نہیں کیا ورنہ ہمیں یہ دعا کیوں سکھائی جاتی کہ ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی نصیب فرما اور آخرت میں بھی بھلائی نصیب فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔“ اصل میں اس دعا کے دوسرے جز کو ہم پڑھتے تو ہیں لیکن عملی طور پر اسے فراموش کیے بیٹھے ہیں

کہ ہماری اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے جہاں ہمیں لازماً آگ کے عذاب سے بچنا ہے۔ اگر ہمیں یہ بات یاد رہتی تو ہم دنیوی ترقی کے لئے ناجائز ذرائع استعمال نہ کرتے۔ لیکن جب ہم مال بالعموم ناجائز ذرائع سے حاصل کرتے ہیں تو اس قول کے مطابق کہ "مال حرام بود بجائے حرام رفت" ناجائز خرچ بھی کرتے ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ عالمی مالیاتی اداروں سے قرض پر لی ہوئی رقم کو مقامی قرض داروں کو دے کر ان لوگوں کے اربوں روپے کے قرض معاف کر دیئے جائیں جن کا تعلق طبقہ اشرافیہ سے ہے اور عوام میں سے اگر کوئی ہزاروں روپے کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہو تو اس کی جائداد تک قرق کر لی جائے۔

موصوف کے انٹرویو سے یہ پیغام ملتا ہے کہ جس کا کھاؤ اسی کا گاؤ۔ ہمیں ان کے اس فلسفے سے اختلاف نہیں۔ جبھی ہم تو کہتے ہیں کہ جب ہم اللہ کا کھاتے ہیں تو ہمیں گانا بھی اللہ ہی کا چاہئے۔ اگر ہم عملی طور پر ایسا کریں تو اللہ ہمیں کبھی ایسی قوتوں کا محتاج نہیں بنائے گا جو ہمیں پیسے دے کر اس حد تک اپنے مفادات پورے کرنے کے چکر میں لگے رہیں کہ ہماری آزادی اور وقار سمیت قومی غیرت کا جنازہ نکل جائے۔ کاش کہ ہمیں اس بات پر یقین حاصل ہوتا۔

اظہار خیال

قصہ ایک سفر کا

وقاص قائم

شیلف میں سجی کتابوں کو دیکھ کر اور ان کے لکھنے والوں کی بصیرت، دور اندیشی اور حالات و واقعات پر کڑی گرفت کے بارے میں سوچتے سوچتے ہمارے دل میں بھی خیال آیا کہ کیوں نہ ہم بھی حالات و واقعات کا بغور جائزہ لیں اور یہ جانیں کہ ہماری یہ قوم اس وقت کس راہ پر گامزن ہے۔ خیال کا دل میں آنا تھا کہ ہم اپنی گاڑی میں بیٹھ کر نکل پڑے۔ ابھی تھوڑی ہی مسافت طے ہوئی تھی کہ ہمیں سڑک کے کنارے لوگوں کا ایک ہجوم نظر آیا۔ ہم نے گاڑی کو ایک طرف روکا تا کہ دیکھ سکیں کہ کیا ماجرا ہوا ہے۔ پتہ چلا کہ یہ تمام لوگ بس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسٹاپ پر بسوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ ایک جاتی تو دوسری آجاتی مگر تمام بسوں کا عالم یہ تھا کہ انسان اس میں سے چھلکنے کے در پہ تھے اور مزید لوگوں کو بھرنے کے لئے بس کا کنڈیکٹر باہر سے زور لگا رہا تھا۔ سڑک پر دوسری گاڑیوں کا ہجوم بھی اس قدر تھا کہ ٹریفک ایک سیلاب کی مانند معلوم ہو رہا تھا۔ سڑک کی دوسری جانب ایک کھانے کے ریسٹورنٹ پر نظر پڑی تو وہاں بھی ایک جم غفیر موجود تھا جیسے کھانا بیچنے کے بجائے بانٹنے کی نئی روایت قائم کی جا رہی ہو۔ ابھی ہم اسی پریشانی میں مبتلا تھے کہ خدایا یہ اتنے لوگ کہاں سے ہمارے اس شہر میں آبسے ہیں کہ چہار طرف اذان کی آواز گونجنے لگی۔ ہم نے مسجد کا رخ کیا۔ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کی ویرانی دیکھ کر ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ آیا خوش ہوں کہ اس ہجوم دنیا سے بچ کر کہیں تو سکون کا سانس نصیب ہوا یا پھر ماتم کریں کہ پورے جہاں میں اگر ویرانی نظر آئی تو مسجد میں۔

نماز سے فراغت پاتے ہی اسی احساس زیاں کے ساتھ ہم نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ آگے چلے تو ایک گاڑی میں چند نوجوان لڑکے لڑکیاں تیز آواز میں ہندوستانی گانوں پر جھومتے ہوئے جا رہے تھے۔ ان کے لباسوں سے مغربیت سے بھی کچھ بڑھ کر بیہودگی نمایاں تھی۔ ان کے بالوں کے ڈیزائن، ہاتھوں میں دھواں اڑاتی ہوئی سگریٹ اس بات کا صاف پتہ دے رہی تھی کہ یہ نوجوان ایلیٹ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور مستقبل میں ہماری قوم کا بوجھ سنبھالنے کی پوری صلاحیت ان کے اندر موجود ہے۔

اگر ہم بھی چاہتے ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بن جائیں تو ہمیں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا، اپنی تمام تر توجہ کا مرکز اسلام کو بنانا ہوگا، اپنی قوم کی اخلاقی تعمیر کرنی ہوگی، اپنے نوجوانوں کو اسلام کی راہ پر لگانا ہوگا

تھوڑی دیر بعد ہماری گاڑی ایک سگنل پر رکی تو ہماری نظریں ایک ادھیڑ عمر شخص پر مرکوز ہو گئیں جو بڑی ہی توجہ سے دور سے آتی ہوئی ایک بے نقاب حسینہ (جو شاید ان کی بیٹی کی عمر کی ہوگی) کے حسن میں ایسے گم ہوئے کہ پلکیں جھپکانا بھی بھول گئے ہوں۔ اس بات سے قطعاً لاتعلق کہ وہاں موجود لوگ ان کے اس لفنگے پن کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔ سگنل کے کھلتے ہی ہم شرمساری کے عالم میں آگے بڑھے کہ ہماری قوم اخلاقی حدوں کی نچلی سطح سے بھی کس قدر نیچے گر چکی ہے کہ صحیح اور غلط کی تمیز کے تمام زاویے ہی مٹ گئے۔ ہم یہ بھول گئے کہ خود غرضی اور بد دیانتی کے سوا بھی دنیا میں کچھ ہے۔ وہ ملک کبھی ترقی نہیں کرتے جس کے نوجوانوں کی دلچسپی وقت کا ضیاع میں ہو، جن کا ذہن نامحرموں کے گرد گھومتا ہو، جہاں اسکول کے چھوٹے بچوں کو ویلنٹائن ڈے منانے کی ترغیب دی جاتی ہو۔

خدا کیوں کر اس ملک پر رحم کرے جہاں سڑک سے لے کر ریسٹورانٹ تک لوگ ہی لوگ ہیں اور ویراں ہے تو اس کا اپنا گھر۔ خدا کیوں کر اس قوم کی مدد کرے جس قوم کے پاس انگریزی و دیسی سبھی کھانا کھانے کے لئے پیسہ ہی پیسہ ہے، مگر زکوۃ دینے کے لئے وہ تنگ دست ہے، جہاں ڈاکٹر جیسا مسیحا جسے حق تعالیٰ نے جان بچانے کی ذمہ داری دی، مجبور مریضہ کی عزت کا لٹیرا بن جائے، جہاں انصاف دینے والے انصاف بیچنے لگیں، جہاں حفاظت کرنے والے فوجی دستے خود اپنے لوگوں کی جانیں لینے لگیں اور انہیں پکڑ پکڑ کر یہود اور نصاریٰ کے حوالے کرنے لگیں۔ کیا ایسی جگہ پر بھی رحمت کی بارش ہوتی ہے؟

اور اگر ہم بھی چاہتے ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بن جائیں تو ہمیں اپنا قبلہ درست کرنا ہوگا، اپنی تمام تر توجہ کا مرکز اسلام کو بنانا ہوگا، اپنی قوم کی اخلاقی تعمیر کرنی ہوگی، اپنے نوجوانوں کو اسلام کی راہ پر لگانا ہوگا، اپنے بچوں کی تربیت کے لئے صحیح درس گاہیں ڈھونڈنی ہوں گی اور خود اپنے آپ میں ایک درس گاہ بننا ہوگا۔ پھر کہیں جا کر ہم اس قابل ہوں گے کہ اس دنیا میں ہمارا کوئی مرتبہ و مقام ہو اور یہ دنیا ہماری عزت کرے۔

میں تنظیم کا رفیق کیسے بنا؟

مقصود احمد بٹ

میرا تعلق تنظیم اسلامی پھالیہ سے ہے۔ اگرچہ میرے والدین دینی یا دنیاوی تعلیم سے آراستہ نہیں (والدہ صاحبہ 1994 میں وفات پا گئی ہیں) لیکن میں نے انہیں نماز کا پابند پایا۔ میں چار بھائیوں اور دو بہنوں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ اس وقت میری عمر 52 سال ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جب بھی صبح کے وقت جاگتا، والدہ صاحبہ کو مصلّی پر بیٹھا پاتا۔ وہ درود شریف (درودِ ابراہیمی) کثرت سے پڑھا کرتی تھیں۔ میرے چچا (اپنے دیور) سے اُن کا پردہ کرنا بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ یہی نماز سے محبت اور شرم و حیا کی تاثیر ہے کہ ہم سب بہن بھائی پکے نمازی ہیں۔

1973ء میں میٹرک کرنے کے بعد میں نے کالج میں داخلہ لیا لیکن ماحول کچھ راس نہ آیا اور 1974ء پاکستان ایئر فورس میں بطور ایئر مین بھرتی ہو گیا۔ چونکہ بڑے بھائی لاہور میں تھے، اس لیے اس سے پہلے بھی میں نے لاہور کے چند چکر لگا لیے تھے۔ 16 سال کی عمر کیا ہوتی ہے۔ آج سے تقریباً چالیس سال پہلے کا ماحول (کچھ کچھ پاکیزہ)، ذہن نابالغ، لیکن قربان جائیں ان معماران قوم پر کہ ہمیں آٹھویں جماعت میں ہی ایک فلم دکھا دی۔ اب جب فوج میں بھرتی ہوا تو اور بھی آزاد زندگی شروع ہوئی، کون پوچھنے والا تھا۔ وہاں تو باقاعدگی سے (ماہوار یا ہفتہ وار) ایک فلم دکھائی جاتی تھی۔ جس بچے کی تربیت ایسی ہو، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی منزل کیا ہو گی۔

چھ ماہ کی ابتدائی تربیت (Recruits Training) کے بعد جب میں لاہور پہنچا تو لاہور شہر نے کیسا استقبال کیا، خدا کی پناہ...... لیکن اللہ رب العزت کا احسان ہوا کہ میں جلد ہی بڑے بھائی کے ہاں منتقل ہو گیا، جن کی شفقت نے مجھے اچھے ماحول کی طرف رہنمائی کی۔ وہ مجھے جامعہ اشرفیہ میں جمعہ کی نماز کے لیے لے جاتے۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کی دلنشین گفتگو روح کو تسکین دیتی۔

پھر جلد ہی ایک دوسری مسجد قلعہ گجر سنگھ کے (لاہور ہوٹل کے قریب) میں مولانا اجمل خان کے ہاں حاضری ہوئی۔ ان کے انداز بیاں کا کیا ہی کہنا۔ آنکھوں سے آنسوؤں جاری ہو جاتے۔ لیکن...... افسوس کہ میں جس راستے سے مسجد تک پہنچتا تھا وہ بڑا ہی پُرخطر تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے شیطانی بورڈ (سینما گھروں کے) آویزاں نظر آتے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی نفس امارہ بازی لے جانے کی کوشش کرتا۔

آخر شیطان نے بھی تو عہد کیا تھا:

﴿فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝﴾ (ص)

"مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا۔"

(تنظیم اسلامی کا بھی تو ٹارگٹ ہے کہ ماحول کو گندگی سے اور گندوں سے پاک کر دو کہ نیکی کرنا آسان اور بدی کرنا مشکل ہو جائے۔)

بہرحال مسجد کے پاکیزہ ماحول میں مَیں نے تجدید عہد کی کہ اب نظریں زمین پر ہی رہیں گی۔

اب میرے بھائی نے ایک اور مردِ مجاہد کا تعارف کرایا۔ (شاید 1976ء کی بات ہے) مسجد خضراء سمن آباد میں حاضری ہوئی۔ درس سنا، لیکن ابھی عمر ہی کیا تھی، کچھ سمجھ نہ آیا۔ یہاں کتنی دفعہ حاضری ہوئی، کچھ یاد نہیں۔ جلد ہی مولانا اجمل خان کے پاس لوٹ آیا۔ 1982ء تک معاملہ یہ تھا کہ "میں، لاہور اور مولانا اجمل خان صاحب"۔ "تسبیح" ہاتھ میں آ گئی۔ نفسِ امارہ بھی حملے کر رہا تھا، اور مولانا اجمل بھی تزکیہ کر رہے تھے۔

1982ء میں شادی کی جکڑ بندیوں میں جکڑا گیا۔ راولپنڈی تبدیلی ہو گئی۔ اب معمولات بدل گئے۔ گھر، نوکری اور علماء کرام کی تلاش۔ مولانا غلام اللہ کی مسجد صدر بازار راولپنڈی میں علماء کرام کو سننے کے لیے ہر لمحے منتظر رہتا۔ نیک لوگوں کی صحبت نے ہاتھ میں الیکٹرانک تسبیح تھما دی۔

1986ء میں کوئٹہ تبدیلی کرا لی۔ اب تو راستہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ شہر سے دور سمنگلی ایئر بیس تھا، اب ہی روٹین تھی، گھر، ڈیوٹی اور تبلیغی جماعت کی نصرت۔ دعوت و تبلیغ کے فرض نے جوش مارا۔ پتہ چلا "چلّے" کے بغیر کچھ حاصل نہ ہو گا۔ لہٰذا چند ماہ کی چھٹی کی درخواست دے دی۔

اب ایک نیا موڑ آیا۔ مسجد میں ایک اشتہار لگا دیکھا۔ "تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد کوئٹہ تشریف لا رہے ہیں۔" کچھ یاد آیا، سنا ہوا ہے۔ کتب کا مطالعہ اور علماء کو سننا تو میرا شوق اور جنون تھا۔

کچھ یاد نہیں ڈاکٹر صاحب نے کیا گرمایا، بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ محض تسبیح کافی نہیں، کچھ اور بھی کرنا ہے۔ وہ فرما رہے تھے

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اور

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

شاید دوسرا دن تھا، پھر ڈاکٹر صاحب کی مجلس میں پہنچ گئے۔ تقریر کے بعد فیصل آباد کے حسن رضا کو جا پکڑا۔ کوئی سوال نہیں کیا۔ بیعت فارم پر دستخط کر دیے۔

اب تک میں نے دو تفاسیر کا مطالعہ کیا تھا۔ ایک کا تو بالکل تازہ تازہ مطالعہ کیا تھا، لیکن "نقطہ" ہاتھ نہ آیا تھا۔ لیکن پہلی ہی تقریر کیا تھی! فلسفۂ قربانی کا نقطۂ عروج۔ قرآن پاک کی اور عظیم آیات کا میں کیا حوالہ دوں، ایک "سورۃ العصر" ہی مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، کہ

تپتی راہیں مجھ کو پکاریں
پاؤں پکڑے چھاؤں گھنیری

سوچتا ہوں وہ قوم کیسے دنیا پر غلبہ حاصل کرے گی جس کا وتیرہ یہ ہو ؎

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے
(اقبال)

اور

بیچ کر تلوار خرید لئے مصلّے تو نے
عزتیں لٹتی رہیں اور تم دُعا کرتے رہے

ہمیں اسلام کے حرکی تصور کے فروغ کے لئے بہت محنت کرنا ہو گی۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

کتاب	:	یادوں کی تسبیح
مصنف	:	قاضی عبدالقادر
ضخامت	:	382 صفحات
قیمت	:	400 روپے
ناشر	:	مکتبہ الہدیٰ، ڈبائی منزل، A-577، بلاک J، نارتھ ناظم آباد، کراچی-74700
ملنے کے پتے	:	☆ مکتبہ خدام القرآن' 36-K' ماڈل ٹاؤن' لاہور ☆ مکتبہ تعمیر انسانیت/ الفیصل پبلشرز' اردو بازار' لاہور ☆ مکتبہ منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور

تبصرہ نگار: محمد خلیق

آپ بیتی یا سوانح عمری لکھنا کوئی آسان کام نہیں' اس کے لیے بڑا حوصلہ اور جرأت چاہیے۔ اگر کوئی معاشرہ تحمل' برداشت اور رواداری جیسے اوصاف سے تہی دامن ہو تو ایسے میں اپنی زندگی کے حالات کو کسی خوف' تکلف اور ہچکچاہٹ کے بغیر بلاکم وکاست سپردِ قلم کر دینا یقیناً دل گردے کا کام ہے۔ عام روش یہی ہے کہ زندگی کے مختلف ادوار سے چند قابل قبول واقعات کو منتخب کر کے انہیں سوانح عمری کے نام سے جمع کر دیا جاتا ہے۔

محترم قاضی عبدالقادر صاحب تنظیم اسلامی کے اکابرین میں سے ہیں۔ دین کے حرکی نظریے کے ساتھ ان کی وابستگی نہایت گہری ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی تصنیف "یادوں کی تسبیح" کو ایک تحریکی کارکن کی آپ بیتی قرار دیا ہے۔ زندگی کے ابتدائی 49 سالوں سے متعلق ان یادداشتوں کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے پہلے حصے کا عنوان تو انسان کی طبعی زندگی کے دو ادوار ہیں جبکہ بقیہ چار حصوں کو ان دینی تحریکوں اور اداروں کے نام دیے گئے ہیں جن سے مصنف عملی طور پر وابستہ رہے ہیں یا اس وقت منسلک ہیں۔ "بچپن اور لڑکپن" کا مواد کتاب کے کُل متن کا تقریباً 12%' اسلامی جمعیت طلبہ 31%' جماعت اسلامی 34%' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور 5% اور تنظیم اسلامی کا حصہ 18% بنتا ہے۔

یاد رہے کہ ابتدائی طور پر محترم قاضی عبدالقادر صاحب نے "یادوں کی تسبیح" کے عنوان سے اپنی زندگی کے اہم واقعات لکھنے کا سلسلہ ہفت روزہ "ندائے خلافت" کے لیے شروع کیا تھا۔ اس کا پس منظر تفصیل کے ساتھ کتاب میں "ابتدائیہ" کے زیر عنوان بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ "یادوں کی تسبیح" کی پہلی قسط 2005ء کے شمارہ 34 (15 تا 21 ستمبر) میں شائع ہوئی۔ اپنے مخصوص اندازِ بیان کے باعث اس خودنوشت نے جلد ہی قارئین میں اپنا ایک حلقہ پیدا کر لیا' جو ہر ہفتے بڑی بے تابی کے ساتھ اس "تسبیح" کے اگلے دانے کا انتظار کرنے لگا۔ 2006ء کے شمارہ 13 (6 تا 12 اپریل) میں قسط 26 کی اشاعت کے بعد "ندائے خلافت" میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ تاہم' قارئین کی جانب سے ملنے والی پذیرائی نے مصنف کے حوصلے بلند رکھے اور انہوں نے اپنی یادداشتوں کو مکمل کر کے اسے کتابی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔

کتاب کی تحریر عام فہم' سادہ اور بے تکلفانہ ہے۔ اندازِ بیان میں روانی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر تخاطب کا براہِ راست انداز قاری کو کتاب سے وابستگی کا احساس دلاتا ہے اور یوں واقعات میں اس کی دلچسپی قائم رہتی ہے۔ ایک اچھی اور پختہ تحریر کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ پڑھنے والے کو اکتاہٹ کا احساس نہیں دلاتی۔ اس کا مطالعہ کرتے وقت قاری نہ تو کسی جملے پر اٹکتا ہے اور نہ کوئی واقعہ اسے کتاب ایک طرف رکھنے پر مجبور کرتا ہے۔ "یادوں کی تسبیح" کو کھولنا تو آپ کے اختیار میں ہے لیکن اسے بند کرنا آپ کے بس کی بات نہیں! مصنف نے "پیش لفظ" میں ادب سے اپنے لگاؤ کو واجبی قرار دیا ہے' لیکن اس "تسبیح" میں جابجا شعروں کے جو دانے پروئے گئے ہیں انہیں پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ محترم قاضی صاحب شاعری کا اعلیٰ ذوق اور وسیع مطالعہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض اشعار کو ایک سے زیادہ جگہ پر بھی استعمال کیا گیا ہے' تاہم تمام اشعار برمحل ہیں اور عبارت کو دلکش بناتے ہیں!

کوئی شخص دوسروں کے معاملے میں خواہ کتنا ہی حق گو' انصاف پسند اور غیر متعصب ہونے کا دعویٰ کرے لیکن اپنی ذات اور شخصیت کو معروضی طور پر دیکھنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے۔ شاید یہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اپنے بارے میں مکمل طور پر حریتِ فکر ونظر کا مظاہرہ کر سکے۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی کی نامور اور معروف شخصیات سے جب ان کی کسی کمزوری یا خامی کے بارے میں پوچھا جائے تو صاف لفظوں میں اعترافِ تقصیر کی بجائے اس کا جواب اس انداز سے دیا جاتا ہے کہ وہ کمی ان کی قدر گھٹانے کے بجائے اسے مزید ابھارنے کا تاثر دیتی ہے۔ "یادوں کی تسبیح" میں بعض مقامات پر مصنف نے دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں کا تو بے لاگ خردبینی تجزیہ اپنے مخصوص زاویۂ نگاہ سے کیا ہے لیکن خود اپنی ذات کے حوالے سے یہ انداز مفقود ہے۔ اختلافات کے ضمن میں ایک فریق ہونے کے باوجود وہ خود ہی منصف کا کردار بھی ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ بے شک ہر شخص کی زندگی میں اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں اور کوئی انسان بھی غلطی اور خطا سے بالکل مبرا نہیں ہوتا۔ ایک وقت انسان حالات وواقعات کی چکی میں پس رہا ہوتا ہے تو کوئی لمحہ ایسا بھی آ سکتا ہے کہ وہ انجانے میں سہی' ایک ظالم کا کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ حیاتِ انسانی اسی مدوجزر سے عبارت ہے۔ یہ آپ بیتی اس حوالے سے یک رُخا تصور پیش کرتی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے یہ تصور ابھرتا ہے کہ مصنف زندگی کے ہر دور میں دوسروں کی ناانصافی اور ظلم وزیادتی ہی کا شکار رہے ہیں۔ اس خودنوشت کے ذریعے جہاں قاضی صاحب کی زندگی کا یہ قابل رشک پہلو پورے طور پر اجاگر ہو کر سامنے آتا ہے کہ انہوں نے خدمتِ دین کے جذبے کے ساتھ جہاں بھی کام کیا' تن من دھن اس میں لگایا اور کھپایا' تاہم ان امور کا ذکر کتاب میں جس پیرائے میں کیا گیا ہے اس سے کسی قدر خودنمائی کا تاثر ابھرتا ہے۔ حتیٰ کہ محرومیت اور ناکامی کے احوال بھی کچھ اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں کہ وہ اس تاثر کو مزید گہرا کر دیتے ہیں۔

"یادوں کی تسبیح" کا اوّل تا آخر مطالعہ کرنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ مصنف ابھی تک اپنی ابتدائی تحریکی وابستگیوں کے سحر سے باہر نہیں نکل سکے۔ ان کے ساتھ ان کا روحانی وقلبی تعلق نہایت مضبوط نظر آتا ہے۔ شاید اسی لیے ابتدائی صفحات (پیش لفظ' پیغامات' ابتدائیہ) کو چھوڑ کر کتاب کے 355 میں سے 230 صفحات اسلامی جمعیت طلبہ اور جماعت اسلامی کے لیے مخصوص ہیں اور ان میں بالعموم خیر ہی خیر دکھائی دیتا ہے۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے حصے میں صرف 16 صفحات آئے ہیں جبکہ تنظیم اسلامی کا ذکر 64 صفحات پر محیط ہے۔ کتاب کا مزاج اور اس کی بناوٹ دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اسے جماعت اسلامی کے حلقوں میں گرم جوشی کے ساتھ قبول کیا جائے گا!

"یادوں کی تسبیح" کا ٹائٹل خوب صورت' پُرتخیل اور جاذبِ نظر ہے۔ ہر باب کے آغاز میں رنگین صفحات نے کتاب کی دلکشی میں اضافہ کر دیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ' طباعت معیاری جبکہ جلد بندی مضبوط ہے۔ کتاب میں پروف ریڈنگ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس حوالے سے اغلاط بہت کم نظر آتی ہیں۔ کسی بھی تصنیف کی طرح اس کے مندرجات سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے' تاہم بحیثیت مجموعی "یادوں کی تسبیح" پڑھے جانے کے لائق ہے جو آپ کی ذاتی لائبریری میں ایک گراں قدر اضافہ ثابت ہو گی!

لیس وی کین

جاوید چودھری

لانگ مارچ سے دو دن پہلے ایک سینئر سیاستدان میرے ساتھ شرط لگانے کے لیے تیار تھے' ان کا کہنا تھا "یہ لانگ مارچ کامیاب نہیں ہو گا" میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا "اگر یہ لانگ مارچ کامیاب ہو گیا تو عوام کو اپنی طاقت کا اندازہ ہو جائے گا اور اس کے بعد ملک میں مارشل لاء لگانا ممکن نہیں رہے گا" میں نے حیرت سے پوچھا "لانگ مارچ کا مارشل لاء کے ساتھ کیا تعلق ہے؟" سینئر سیاستدان نے قہقہہ لگایا اور جواب دیا "اگر تم تاریخ کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو گا جس ملک کے عوام کو اپنی طاقت کا اندازہ ہو جاتا ہے' جنہیں لانگ مارچ کا ڈھنگ آ جاتا ہے اور جو اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر آ جاتے ہیں اس ملک میں مارشل لاء نہیں لگ سکتا" میں خاموشی سے سنتا رہا' وہ بولے "عوام پاکستان کی تاریخ میں 9 مارچ 2007ء کے بعد پہلی بار چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے لیے سڑکوں پر آئے اور اس وقت تک سڑکوں سے واپس نہیں گئے جب تک جنرل پرویز مشرف جیسا آمر پسپا نہیں ہوا"۔ میں ان کی بات سنتا رہا' وہ بولے "یہ لانگ مارچ نظام کے خلاف عوام کی تیسری بغاوت ہے' پہلی بغاوت مارچ 2007ء کو شروع ہوئی تھی' جس کے نتیجے میں سپریم کورٹ کے 17 ججز افتخار محمد چودھری کو 20 جولائی 2007ء کو بحال کرنے پر مجبور ہوئے۔ جنرل پرویز مشرف نے یونیفارم اتاری' محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کو پاکستان آنے کی اجازت دی' الیکشن کرائے اور اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے حوالے کیا۔ دوسری بغاوت 13 جون 2008ء کے لانگ مارچ کی صورت میں سامنے آئی اور اب یہ عوام کی تیسری بغاوت ہے۔ اگر یہ بغاوت بھی کامیاب ہو گئی' اگر اس لانگ مارچ کے نتیجے میں افتخار محمد چودھری بحال ہو گئے تو عوام کو یقین ہو جائے گا وہ اکیلے بڑے بڑے بتوں کو پاش پاش کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد فوج اقتدار پر قبضہ کر سکے گی اور نہ ہی حکومت کا کوئی عہدیدار عوامی وعدوں سے پھر سکے گا اور یہ وہ روایت ہے جس کی اجازت اسٹیبلشمنٹ کبھی نہیں دے گی کیونکہ اس کے بعد جب بھی فوج بارکوں سے باہر آئے گی عوام سینہ کھول کر اس کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور فوج کو صدر پرویز مشرف کی طرح پسپائی اختیار کرنا پڑے گی"۔

میرے سینئر سیاستدان دوست خاموش ہوئے تو میں پوری طرح قائل ہو گیا چنانچہ میرا خیال تھا یہ لانگ مارچ کامیاب نہیں ہو گا' عوام سڑکوں پر نکلیں گے اور گورنر پنجاب سلمان تاثیر پولیس کے ذریعے ان کے سارے خواب کچل دیں گے اور اگر کسی نہ کسی طرح لانگ مارچ کے پانچ' دس ہزار شرکاء اسلام آباد پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو رحمان ملک ان کی خواہشوں پر کوئی کنٹینر گرا دیں گے۔ یوں یہ تحریک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی لیکن 15 مارچ کا سورج ایک نئی تاریخ لے کر طلوع ہوا' میں نے سب سے پہلے مال روڈ لاہور سے پولیس کو پسپا ہوتے دیکھا' عوام نے پولیس کی ساری رکاوٹیں اٹھا کر دور پھینک دیں اور مال روڈ پر عوام کی حکومت قائم ہو گئی۔ اس کے بعد میاں نواز شریف کا قافلہ چلا تو رکاوٹیں ہٹتی چلی گئیں اور پولیس' انتظامیہ اور کنٹینر پسپا ہوتے چلے گئے جس کے بعد ٹیلی ویژن سکرینوں پر عوام کا سیلاب ہی سیلاب دکھائی دینے لگا' یہ سیلاب اسلام آباد کی طرف بڑھا تو میں نے پہلی بار اسٹیبلشمنٹ کے ماتھے پر پسینہ دیکھا۔ حکومت کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اس نے اس سیلاب کو روکنے کے لیے وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیے جو اس ملک میں پچھلے 60 سال سے استعمال ہو رہے ہیں' پولیس بھی استعمال ہوئی' میڈیا کو دبانے کی کوشش بھی کی گئی' لفافوں اور بریف کیسوں کا بندوبست بھی کیا گیا اور سیاسی عہدوں کی آفرز بھی کی گئیں لیکن یہ تمام ہتھکنڈے ناکام ہو گئے اور حکومت اپنے "کنٹینرز" میں سمٹتی چلی گئی اور یہ وہ مرحلہ تھا جب طاقت کے سارے ستون ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے رات گئے معطل چیف جسٹس افتخار محمد چودھری' وکلاء تحریک کے راہنما چودھری اعتزاز احسن' میاں شہباز شریف اور میاں نواز شریف کو بھی "لوپ" میں لیا اور یوں اس مسئلے کا ایک پرامن حل تلاش کر لیا گیا۔ وزیراعظم صاحب نے تہجد کے وقت چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کی بحالی کا اعلان کر دیا۔ گو ابھی تک وزیراعظم کا ایگزیکٹو آرڈر سامنے نہیں آیا (ہو سکتا ہے کالم شائع ہونے تک یہ آرڈر منظر پر آ جائے) لہٰذا یہ کہنا قبل از وقت ہو گا کہ حکومت افتخار محمد چودھری کو 2 نومبر والی پوزیشن پر بحال کر رہی ہے یا پھر 54 دیگر ججوں کی طرح انہیں دوبارہ مقرر کیا جا رہا ہے؟ اگر افتخار محمد چودھری کو دوبارہ مقرر کیا جائے گا تو اس آرڈر کی کیا حیثیت ہو گی؟ کیا افتخار محمد چودھری اور وکلاء اسے تسلیم کر لیں گے؟ میاں نواز شریف نے لانگ مارچ کو "کال آف" کر کے سمجھداری کا ثبوت دیا یا یہ ان کی سیاسی غلطی ہے؟ 21 مارچ اور 16 مارچ کے درمیان 120 گھنٹے حائل ہیں' کیا ان 120 گھنٹوں کے دوران کوئی نئی ڈویلپمنٹ نہیں ہو جائے گی؟ آپ اگر آصف زرداری کے ماضی کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا وہ زیادہ دیر تک دوسروں کے دباؤ میں نہیں آتے۔ یہ حقیقت ہے یہ فیصلہ ان سے زبردستی کرایا گیا تھا۔ کیا وہ 120 گھنٹوں کے دوران کوئی نیا راستہ نہیں نکال لیں گے؟ صدر آصف علی زرداری نے ابھی تک عوام کے سامنے آ کر اس فیصلے کی تصدیق نہیں کی اور اگر خدانخواستہ چار پانچ دنوں میں کوئی نئی تبدیلی آ گئی تو کیا ہو گا؟ کیا ایک نیا لانگ مارچ کرنا پڑے گا؟ اور پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے درمیان اس تازہ ترین سمجھوتے کا ضامن کون ہے؟ اور اگر حکومت اس سمجھوتے سے "سٹیپ ڈاؤن" ہو جاتی ہے تو کیا وہ ضامن اتنا مضبوط ہے کہ وہ اس سمجھوتے پر زبردستی عمل درآمد کرا سکے' یہ سارے سوال ابھی تک تشنہ ہیں اور ان کے جواب تلاش کرنا قبل از وقت ہو گا لیکن ایک چیز طے ہے 21 مارچ 2009ء تک بے شمار نئی تبدیلیاں آ جائیں گی۔ ہمارے آج کے حالات اور 21 مارچ کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہو گا کیونکہ یہ فطرت ہے جب تبدیلی کا عمل شروع ہوتا ہے تو وہ مکمل ہو کر رہتا ہے' وہ راستے میں نہیں رکتا۔

اگر عوام کے یہ جذبات' یہ اتحاد اور اپنے طاقتور ہونے کا یہ احساس اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو مجھے یقین ہے کہ پاکستان میں کوئی حکومت عوامی وعدوں سے مکر نہیں سکے گی' کوئی سیاست دان لوٹا نہیں بن سکے گا' کوئی سلمان تاثیر اور کوئی رحمان ملک پولیس کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا' کوئی حکمران امریکہ کو ڈرونز حملوں کی اجازت نہیں دے سکے گا اور ایک نہ ایک دن ملک سے امریکی اثر و رسوخ بھی ختم ہو جائے گا

آپ اب دوسری صورتحال بھی ملاحظہ کیجیے' پاکستان میں عوام کو پہلی بار اپنی طاقت کا اندازہ ہوا' ماؤزے تنگ نے 1934ء میں کہا تھا "جب تک کمزور لوگ اپنی کمزوری کو طاقت نہیں بناتے، اس وقت تک انقلاب نہیں آتا"۔ یہ لانگ مارچ کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے، عوام نے اپنی کمزوری کو اپنی طاقت بنا لیا ہے چنانچہ پہلی بار اسٹیبلشمنٹ کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ اگر عوام کے یہ جذبات' یہ اتحاد اور اپنے طاقتور ہونے کا یہ احساس اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو مجھے یقین ہے کہ کوئی طاقت پاکستان کو ترقی سے نہیں روک سکے گی۔ اگر لانگ مارچ کی یہ سپرٹ اسی طرح قائم رہی تو آج کے بعد پاکستان میں کوئی حکومت عوامی وعدوں سے مکر نہیں سکے گی' کوئی سیاست دان لوٹا نہیں بن سکے گا' کوئی سیاسی جماعت ہارس ٹریڈنگ نہیں کر سکے گی' کوئی سلمان تاثیر اور کوئی رحمان ملک پولیس کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا' کوئی شوکت عزیز کراچی سٹیل ملز کا سودا نہیں کر سکے گا' کوئی حکمران امریکہ کو ڈرون حملوں کی اجازت نہیں دے سکے گا اور کوئی وزیر سرکاری خزانہ نہیں لوٹ سکے گا۔ عوام نے اسٹیبلشمنٹ کا ایک بت توڑ دیا ہے، اگر عوام نے اپنے اس جذبے کو قائم رکھا تو ملک سے امریکی اثر و رسوخ بھی ختم ہو جائے گا' عوام دہشت گردی کا خاتمہ بھی کر سکیں گے اور یہ لوگ لانگ مارچ کی سپرٹ سے ملک سے بے انصافی' غربت' بدامنی' بے روزگاری اور بیماری بھی ختم کر سکیں گے۔ امریکہ کے موجودہ صدر باراک حسین اوباما نے اپنی الیکشن مہم کے دوران چینج یعنی تبدیلی کا نعرہ لگایا تھا' وہ اپنی ہر تقریر کے آخر میں کہتے تھے "یس وی کین" یعنی ہم لوگ ملک کے موجودہ حالات تبدیل کر سکتے ہیں۔ اوباما کا نعرہ سچ ثابت ہوا اور امریکہ کی تاریخ میں بھی پہلی بار سیاہ فام شخص طاقت کے سفید محل میں داخل ہو گیا۔ 9 مارچ 2007ء کو پاکستان کے عوام نے بھی افتخار محمد چودھری کا ساتھ دے کر "یس وی کین" کا نعرہ لگایا تھا' اس نعرے پر اس وقت پاکستان کے ہر طاقتور شخص نے قہقہہ لگایا تھا' یہ لوگ 15 مارچ 2009ء کی شام تک قہقہے لگاتے رہے تھے۔ لیکن پھر رات ڈھلتے ہی پاکستانی عوام نے ثابت کر دیا "یس وی کین"۔ جس کے بعد طاقتور لوگوں کے مکروہ قہقہے شرمندہ ہو گئے۔ میری دعا ہے "یس وی کین" کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے اور طاقتور لوگوں کو عوام کی کمزوری پر دوبارہ قہقہے لگانے کی جرأت نہ ہو کیونکہ اب صرف کمزور لوگ ہی اس ملک کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ یہ ہم چیونٹیاں ہیں جنہوں نے حالات اور نظام کے ہاتھیوں کو شکست دینی ہے، چنانچہ اس ملک کے کمزور لوگو! خدا کے لیے اب "یس وی کین" کا علم نیچے نہ ہونے دینا' آگے بڑھو منزل اب دور نہیں!۔

(بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس")

داعی رجوع الی القرآن' بانی تنظیم اسلامی

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

محترم **ڈاکٹر اسرار احمد** حفظہ اللہ تعالیٰ

کا شہرۂ آفاق دورۂ ترجمۂ قرآن

بعنوان

بیانُ القرآن

جو کہ مختلف ٹی وی چینلز سے سیٹلائٹ کے ذریعے نشر ہو کر پوری دنیا میں دیکھا اور سنا گیا ہے اور جس کے ذریعے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے

کتابی صورت میں شائع ہونا شروع ہو گیا ہے

انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور نے اس "بیان القرآن" کا حصہ اوّل جو سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ' مع تعارفِ قرآن پر مشتمل ہے' شائع کیا ہے

☆ عمدہ طباعت ☆ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ☆ امپورٹڈ پیپر

☆ صفحات: 520 ☆ قیمت: 400 روپے

ملنے کے پتے: ● انجمن خدام القرآن سرحد' پشاور

A-18 ناصر مینشن' ریلوے روڈ نمبر 2' شعبہ بازار پشاور' فون: 2584824,2214495(091)

● مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 3-5869501(042)

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، T.V.S، 4-D، ایکو کارڈیوگرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی تصدیق شدہ ادارہ ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہو گا۔

نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

حلقہ سرحد جنوبی کا تربیتی اجتماع

22 فروری 2009ء کو جامع مسجد ابوبکرؓ سعد اللہ جان کالونی پشاور میں حلقہ سرحد جنوبی کا تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ صبح 9 بجے تک تقریباً 50 رفقاء یہاں پہنچ چکے تھے۔ بونیر سے آنے والے رفقاء 21 فروری کی شام ہی کو پشاور پہنچ گئے تھے۔ اجتماع کا آغاز مردان سے آئے ہوئے سینئر رفیق تنظیم ڈاکٹر حافظ محمد مقصود کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس نمبر 1 کے حوالے سے شرکاء کو دینی فرائض کی یاددہانی کروائی۔ انہوں نے کہا کہ دینی فرائض، مراحل جہاد و اقامت دین جیسے اہم موضوعات کی حقیقت ہم پر واضح ہو جانے کے بعد سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم بطور شکریہ اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ شکر کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ عملی تقاضوں کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ اقامت صلوٰۃ اگر حُبِّ جاہ کا علاج ہے تو ایتائے زکوٰۃ حُبِّ مال کو ختم کرتی ہے۔ معاشرے سے خیرخواہی کی تین سطحیں ہیں۔ انفرادی سطح پر عوام کی خدمت، تصورِ آخرت کا فروغ اور نظام عدل اجتماعی کی کوشش کرنا۔ اللہ نے ہمیں اس کام کے لئے چن کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ قرآن کی تعلیمات کو خود اپنا کر اس کی دعوت چار دانگ عالم میں پھیلا دیں۔

دوسرے مقرر تنظیم اسلامی پشاور غربی کے امیر محمد سعید تھے۔ انہوں نے ایک اچھوتے موضوع کو گفتگو کا مرکز بنایا یعنی مہلکات اجتماعیت کے برعکس ”حسنات اجتماعیت“۔ انہوں نے آغاز ہی میں واضح کر دیا کہ اگر فرد کا طرز عمل اجتماعیت کو تباہ کرتا ہے تو مہلکات اجتماعیہ میں شمار ہوگا جبکہ کسی اجتماعیت کا طرز عمل فرد کے عمل کو بہتر بناتا ہے تو اس کا شمار حسنات اجتماعیہ میں کیا جائے گا۔ انہوں نے اجتماعیت کو تین حصوں ”عمومی اجتماعیت۔ صالح اجتماعیت اور انقلابی اجتماعیت“ میں تقسیم کیا۔ انہوں نے درج ذیل عنوانات کے تحت اجتماعیت کے حسنات کو بیان کر کے رفقاء کو آئندہ کے لئے مزید غور و فکر کی دعوت دی۔ فکری ماحول کی فراہمی، دین میں جذبۂ مسابقت، حوصلہ افزائی، فکری یکسوئی، شخصی یک رخی سے نجات، ذاتی شخصیت میں ترفع، کردار میں معاونت، راہ اعتدال، واضح ہدف کی نشاندہی، خود ساختہ تصوراتِ دین سے حفاظت، دینی فرائض کا جامع تصور، ہدف اور نصب العین کا فرق اور اقامت دین۔

مرکز کی ہدایت کے مطابق اگلا پروگرام امیر محترم حافظ عاکف سعید کے سالانہ اجتماع میں رفقاء سے خطاب کا آڈیو کیسٹ سنوانا تھا۔ ساؤنڈ سسٹم کی خرابی کی وجہ سے یہ نہ ہو سکا تو ناظم تربیت حلقہ سرحد جنوبی انجینئر طارق خورشید نے ندائے خلافت میں شائع امیر محترم کا خطاب بعنوان ”ہمارے دینی تقاضے اور رفقائے تنظیم اسلامی کے لئے بنیادی لائحہ عمل“ اپنے انداز میں پڑھ کر سنایا۔ اس خطاب میں سورۃ الحج کی آیات 78,77 کے حوالے سے دینی ذمہ داریوں کی چار سطحوں کی وضاحت کی گئی تھی۔ امیر تنظیم اسلامی نے تعلق مع اللہ کے ضمن میں جن اہداف کا تعین کیا ہے، ان میں باقاعدگی سے بلاناغہ تلاوتِ قرآن کریم بے حد ضروری ہے۔ دوسری اہم چیز راتوں کو اٹھ کر اسی قرآن کے ساتھ اللہ سے مناجات یعنی تہجد کا اہتمام ہے۔ تیسری چیز جو تعلق مع اللہ کو مضبوط کرتی ہے، وہ ذکر و اذکار مسنونہ ہیں۔ اس کے ساتھ کثرت استغفار اور درود شریف کی پابندی انسان کا رب سے تعلق مضبوط بناتی ہے۔ اجتماعیت کے حوالے سے پہلی اور اہم بات جو بیان کی گئی وہ نظم جماعت کی پابندی ہے۔ دوسرے، دعوتی کام میں اپنی بہترین صلاحیتیں کھپانا ہیں اور تیسرے تنظیمی

جرائد میثاق، ندائے خلافت اور حکمت قرآن کا مطالعہ ہے۔

اس کے بعد امیر حلقہ نے خود اپنا اور ذمہ داران کا تعارف کروایا۔ بعدازاں امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم نے ”دین کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل“ کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے بتایا کہ راہ حق میں دنیا کی محبت ایک بڑی رکاوٹ ہے، اس کے لئے اپنا تعلق دین سے مضبوط کریں۔ ایک اور رکاوٹ خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے دینی تقاضوں کو مؤخر کرتے رہنا ہے۔ دین کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ریاست اور حکومت کا نظام غیر اسلامی ہونا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تب تک اپنے دائرہ اختیار میں بھی دینی احکامات کو نافذ نہ کیا جائے۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفے سے پہلے بقیہ رفقاء سے تعارف کیا گیا۔

دوسرے سیشن میں نائب ناظم اعلیٰ جناب خالد محمود عباسی نے منہج انقلاب نبویؐ کے عنوان سے مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے مراحل انقلاب کو سوال و جواب کے ذریعے نہایت عام فہم انداز میں ذہن نشین کروایا۔ بعدازاں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ امیر تنظیم اسلامی پشاور حافظ خورشید انجم نے ایفائے عہد اور امانتداری کے بارے میں حدیث مع مختصر تشریح بیان کی۔ اس کے ساتھ ہی حلقہ کا یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی ملتان شہر کی شب بیداری

تنظیم اسلامی ملتان شہر کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام بعد نماز مغرب شروع ہوا۔ پروگرام کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کی سعادت قاری احسان الکریم نے حاصل کی۔ تلاوت قرآن حکیم کے بعد توبہ کے حوالے سے قرآن اکیڈمی کے ناظم اور تنظیم اسلامی ملتان شہر کے معتمد جام عابد نے بیان کیا، جس میں انہوں نے انفرادی اور اجتماعی توبہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہم خلوص دل سے توبہ کریں اور آئندہ اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرنے کا پختہ عزم کر لیں اور توبہ کرنے والے مل جل کر وطن عزیز میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی کوشش کریں، ہمیں اپنی زندگیاں قرآن کے احکام کے مطابق اور سنت نبوی ﷺ پر گزارنی ہوگی، تبھی ہماری توبہ قبول ہوگی اور دنیا میں سرخرو ہونے کی پوزیشن ہمیں عطا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے قائدین بھی اللہ کی جناب میں سچی توبہ کرتے ہوئے اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی جس کے بعد سیرت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیان کرنے کے لئے مظہر نواز صدیقی آئے۔ انہوں نے بڑے پرسوز انداز میں سیرت ابوبکر صدیقؓ کا مطالعہ کرایا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہم میں موجود ہوں۔ ہر آنکھ اشک بار تھی کہ اسلام کے ایسے جلیل القدر صحابیؓ پر کفار نے کیا کیا ظلم نہیں کئے مگر پھر بھی وہ استقامت پر رہے۔ اس کے بعد نقیب اسرہ قرآن اکیڈمی منور حسین نے حدیث جبرائیل پر گفتگو کی اور وحی خفی اور وحی جلی پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آخر میں قاری عبداللہ قادری نے جو میٹرک کے طالب نے اجتماعی دعا رفقاء کو یاد کروائی جو آئینہ دیکھنے کے متعلق تھی۔ اجتماعی کھانے کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ یہ پروگرام شب بیداری ہر ماہ کے چوتھے ہفتے ہوتا ہے۔ اس پروگرام میں تقریباً 50 رفقاء نے شرکت کی۔

(رپورٹ: ناصر انیس خان)

تقریب نکاح مسنونہ منعقدہ مسجد جامع القرآن بہاولنگر شہر

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کچھ عرصہ پہلے شادی بیاہ کے ضمن میں جس اصلاحی تحریک کا آغاز تھا۔ اب وہ تحریک ملک کے طول و عرض میں پھیل چکی ہے۔ تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر میں دعوت دین کی دیگر سرگرمیوں (دروس قرآن حلقہ ہائے قرآن) کے علاوہ خطبۂ نکاح یا تقریب نکاح کے ذریعے بھی دعوتی و ابلاغی کام ہو رہا ہے۔ حلقہ میں اگر کسی رفیق یا اس کے کسی عزیز کی شادی ہو تو امیر حلقہ محترم منیر احمد یا کوئی دوسرے مدرس نکاح پڑھاتے ہیں، اور شادی بیاہ کی غلط رسومات پر بات ہوتی ہے۔

گزشتہ ماہ 21 فروری کو نقیب اعلیٰ بہاولنگر شہر جناب محمود اسلم کی صاحبزادی کا نکاح (جو خود رفیقہ تنظیم ہیں) تنظیم اسلامی فورٹ عباس کے رفیق عبدالغفور کے بیٹے طاہر اقبال (رفیق تنظیم) سے ہوا۔ حلقہ بہاولنگر کی سطح پر یہ نکاح کی ایک بابرکت تقریب تھی۔ جس میں فریقین کی طرف سے اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کی گئی۔ خصوصاً لڑکی والوں کی طرف سے پہلے سے دعوتی کارڈز میں واضح کیا گیا کہ نکاح مسجد میں ہوگا، اس موقع پر دلہن کے گھر کسی قسم کی تقریب منعقد ہوگی، نہ کھانا دیا جائے گا، مسجد سے ہی نکاح کے بعد رخصتی ہوگی۔ یہ صرف اعلان نہ تھا بلکہ اس پر پوری طرح عمل بھی کیا گیا۔ گیارہ بجے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ساڑھے گیارہ بجے محترم منیر احمد نے حاضرین سے خطاب کیا۔ انہوں نے سورۃ النساء، سورۂ آل عمران اور سورۃ الاحزاب کی چار آیات کے ذریعے تذکیر کروائی۔ اِس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سورۃ الاعراف کی آیت 157 کی روشنی میں ظالمانہ معاشرتی رسومات اور بدعات کا تعمیری و تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بہر صورت معاشرے کی ناروا رسومات سے چھٹکارا حاصل کرنا پڑے گا۔ نبی کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ آپؐ نے معاشرے کو ان تمام بوجھوں سے نجات دلائی جو لوگوں نے خود سے اپنے کاندھوں پر لادے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ہمارے لئے وہ مبارک اسوہ چھوڑا، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی زندگیوں میں آسانیاں لا سکتے ہیں۔ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ نکاح مسجد میں ہو۔ لڑکی کو جہیز کی بجائے وراثت دی جائے۔ بارات کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد ایجاب و قبول ہوا اور آپ نے نئے جوڑے اور دونوں خاندانوں کے لیے دعا فرمائی۔ ساڑھے بارہ بجے تقریب نکاح ختم ہوئی۔ آخر میں پینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ تقریب میں مرد و خواتین شرکاء کی تعداد تین سو کے قریب تھی۔

(رپورٹ: ناظم حلقہ بہاولنگر)

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے زیر اہتمام دعوتی و تربیتی پروگرام

ماہِ دسمبر 2008ء کے ماہانہ نصف روزہ پروگرام میں امیر وسطی جناب مجیب الرحمان نے اِس جانب توجہ دلائی تھی کہ ہر رفیق کچھ نہ کچھ بیان کرے، چاہے مختصر سی گفتگو ہی کیوں نہ کرے۔ اُسرہ سانده کے رفقاء کا ریکارڈ اِس معاملہ میں بہت کمزور تھا۔ راقم کو دسمبر 2008ء میں نقابت کی ذمہ داری دی گئی۔ ماہ فروری 2008ء کے پروگرام کی میزبانی اُسرہ سانده نے لے لی۔ محمد راشد سابقہ نقیب نے پروگرام کنڈکٹ کیا۔ ساڑھے دس بجے محمد عادل جہانگیر کے سورۂ ہود کے ایک رکوع کی تلاوت و ترجمانی سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ رفیق شجاع الدین نے تبلیغ کے آداب پڑھ کر سنائے۔ عدیل بن نفیس نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے واقعات سے اُن عظمت کردار کو اجاگر کیا۔ نقیب اُسرہ نے اُسرہ کا مختصر تعارف کرایا۔ بعد ازاں چائے کا وقفہ کیا گیا۔ جس کے بعد محمد عبداللہ نے آداب مجلس بیان کیے۔ محمد راشد جنہوں نے پروگرام کی میزبانی کی، "راہِ نجات" کے موضوع پر مذاکرہ کرایا۔ سید فرخ حسن بخاری نے ندائے خلافت میں چھپنے والے "کالم آف دی ویک" "سکندر اعظم کون؟" کا انتخاب پڑھ کر سنایا۔ حافظ زوہیب طیب نے غزہ (فلسطین) کو بھجوائے جانے والے پاکستانی ڈاکٹروں کی کاوشوں کا ذکر کیا، جو کئی روز تک بارڈر (رفاہ) پر داخلہ کے منتظر رہے اور اس کے بعد ناکام واپس لوٹے جبکہ پولش ڈاکٹروں کو فوراً اجازت دے دی گئی۔ رفیق امجد ظہور کے کمسن صاحبزادے احمد یار نے اطاعت رسول ﷺ پر مختصر تحریر پڑھ کر سنائی، جو اس کم عمری میں اُن کے اعتماد کو ظاہر کرتی ہے۔ رفیق زاہد اسلم نے سیاست نامہ جو کہ نظام الملک طوسی کی تصنیف ہے، اس میں سے ایک روایت بیان کی کہ ہمارے خلفائے راشدین میں جوابدہی کا احساس کس قدر شدید تھا۔ وہ کتنے فکرمند رہتے تھے۔ راقم نے بورڈ کی مدد سے "رفقائے تنظیم کے مطلوبہ اوصاف" کی وضاحت کی۔ آخر میں دو مہمانان گرامی کا تذکرہ، جو ہماری دعوت پر تشریف لائے۔ ایک قرآن اکیڈمی لاہور سے جناب محمود عالم میاں تھے، جنہوں نے شرکاء کو جرائد میثاق اور ندائے خلافت کے سالانہ خریدار بننے کی ترغیب و تشویق دلائی۔ جس کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی اور رفقاء نے زرتعاون جمع کرایا۔ آخر میں ندائے خلافت کے اداریہ نگار، مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب مرزا ایوب بیگ نے ندائے خلافت کے لئے تحریر کیے جانے والا اداریہ پڑھ کر سنایا، اور حاضرین کو حالات حاضرہ پر سوالات کرنے کا موقع دیا۔ انہوں نے سوات کی صورتحال اور ممبئی (بھارت) کے سانحہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ بوقت ظہر پروگرام کا اختتام ہوا۔ محمود عالم میاں کی امامت میں نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد ازاں دوپہر کے کھانے پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 40 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: شیخ محمد نفیس)

قرآن کا پیغام | خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی حافظ **عاکف سعید** صاحب

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم **کا**

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

جن شہروں میں کوریئر سروس موجود ہے وہاں بذریعہ کوریئر بصورت دیگر ڈاک کے ذریعے اس خطاب کا کیسٹ اگلے ہی دن یعنی ہفتے کے روز آپ کے پتے پر ارسال کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس۔ 750 روپے **TDK کیسٹ**

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیم اسلامی

A/67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور

مزید معلومات کے لئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔
فون نمبر: 6316638/6366638 فیکس: 6271241
Email:markaz@tanzeem.org
websit:www.tanzeem.org

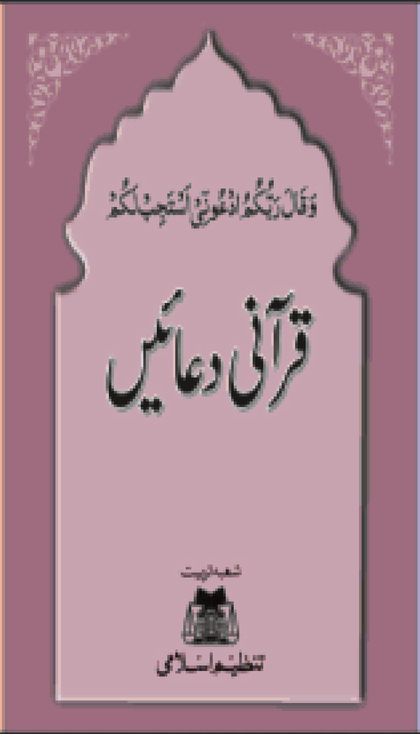

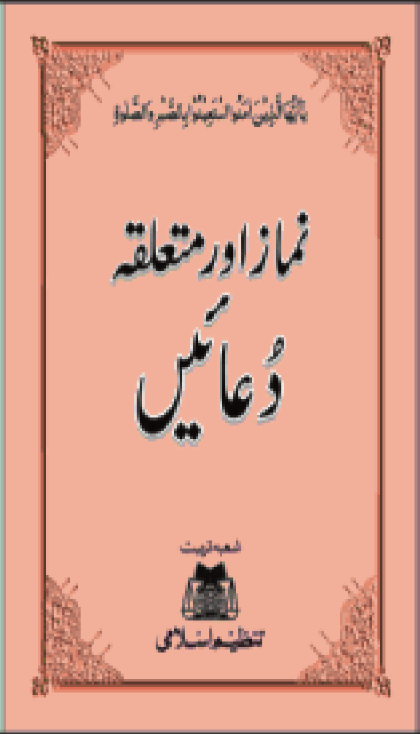

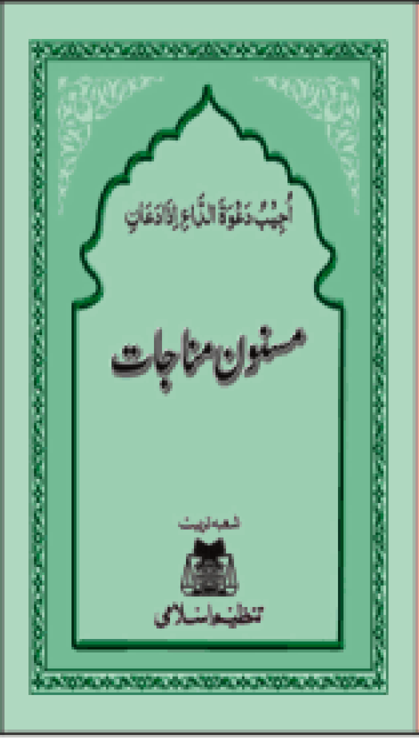

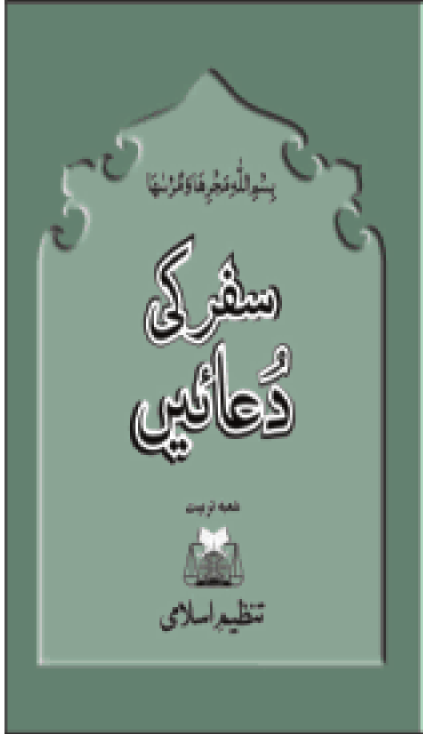

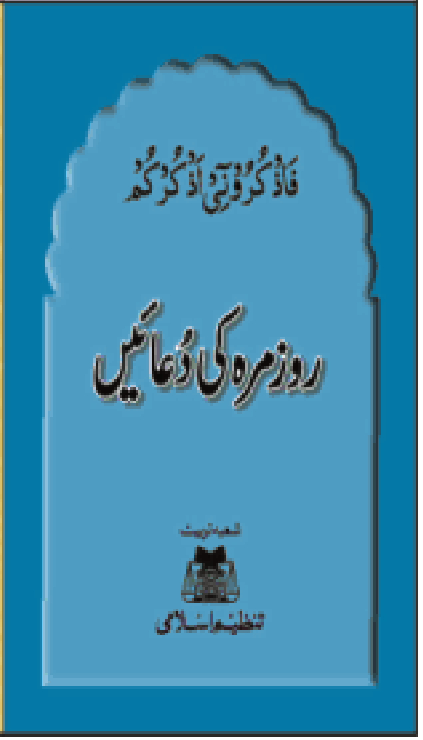

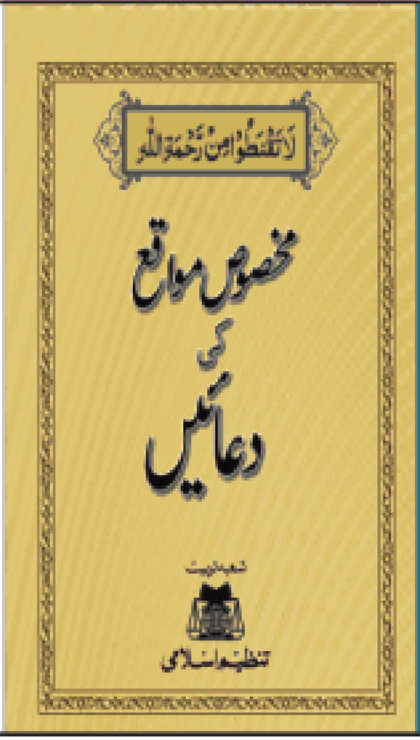

خوشخبری

نبی رحمت ﷺ کی مستند مناجات و شب و روز کے اذکار
پر مبنی پاکٹ سائز سیٹ اب رعایتی قیمت پر صرف
مبلغ **35** روپے میں مرکز تنظیم اسلامی اور تمام علاقائی مراکز سے حاصل کریں

شعبہ تربیت تنظیم اسلامی 67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور، فون: 6316638-6316638
فیکس: 6271241، E-mail: markaz@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org